عائشہ احمد

دادی کی چارپائی

دادی کی چارپائی

چکر لگا چکا ہوں۔ خدا کی قسم اگر کسی ہندو گھرانے میں پیدا ہوا ہوتا تو زندگی
بھر کا ساتھی مل جاتا۔ لیکن نواب صاحب پل بھر کے لیے نہ ملے۔

(دادی اماں کروٹ بدلتے ہوئے)

دادی اماں : اری مہرن اب تو وہاں کیا کر رہی ہے۔ بتا تو سہی یہ شریف زادہ ہے کون۔ سویرا ہوا نہیں اور چلے آتے ہیں۔ کمبخت۔

(مہرن دادی اماں کی طرف دیکھتے ہوئے۔)

مہرن : آئی دادی اماں انھیں رخصت تو کر دوں۔

آواز : تاکید کے ساتھ کہہ دیجئے گا کل صبح تشریف گھر پر ہی رکھیں گے۔ یہ کوئی زیارت گاہ نہیں ہے جو بار بار سجدہ کروں۔

مہرن : کام بھی بتا دیجئے وہ بھی کہہ دوں گی۔

آواز : آپ شاید نئی خادمہ معلوم ہوتی ہیں جو آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ میں کیوں آتا جاتا ہوں۔

مہرن : جی جی . . . . مجھے معلوم ہے میں کہہ دوں گی کہ آپ وصولی کے لیے آئے تھے۔

آواز : آپ کافی سمجھ دار معلوم ہوتی ہیں۔ میرا پیغام خوب سمجھی آپ نے . . . . اچھا تو میں چلتا ہوں . . . . .

مہرن چلمن کی اوٹ سے باہر جاتے ہوئے مچھلی والے نواب کو دیکھتی ہے۔ اور منہ چڑھا کر اندر جاتے ہوئے۔ کیسے کیسے نواب ہیں۔ مچھلی والے بیڑ والے . . . . .

دادی اماں : ارے مہرن۔ نہیں جاتا تو کہہ دے یہیں چوکھٹ پر قبر کھدوا لے اپنی اگر میں چل پھر سکتی تو دھکا دے دے کر نکال دیتی ان کنگالوں کو . . . .

(اچھن مرزا اور بہو بیگم امی جان کو ہلاتے ہوئے) ارے امی جان کیا سوچنے لگیں آپ . . . . خاموش کیوں ہوگئیں۔

(للن دادی اماں کو چھوتے ہوئے) دادی اماں آپ بولتی کیوں نہیں . . . . (پھر کھانسی شروع ہو جاتی ہے) للن بیٹا . . . . میں تجھے کچھ نہیں دے سکی بس ایک چیز میں نے بچا کر رکھی تھی۔ اور وہ امانت ہے کسی کی . . . . میں تجھے دینا چاہتی ہوں۔

(کانپتے ہاتھوں سے تکیہ کے نیچے سے ایک پرانا سا ٹوٹا پھوٹا ڈبہ نکال کر للن کو دیتے ہوئے)

دادی اماں: یہ لے بیٹا یہ میں نے تیری دلہن کے لیے بچا کر رکھا ہے . . . .

للن: یہ کیا ہے دادی اماں (ڈبہ کھولتے ہوئے) یہ کنگن . . . .

اچھن مرزا، بہو بیگم، غفور سب کنگن کی طرف حیرت سے دیکھنے لگتے ہیں۔ دادی اماں کھانستے کھانستے بے ہوش ہو جاتی ہیں۔

مہرن دادی اماں سے چپٹ کر رونے لگتی ہے . . . .

غفور دادی اماں کے چہرے پر پانی کا چھینٹا ڈالتے ہیں . .

دادی اماں کو ہوش آجاتا ہے۔

دادی اماں: ارے مہرن تو کیوں روتی ہے۔ میں تجھے بے سہارا چھوڑ کر نہیں جا رہی ہوں تو بشیرا کی عباس کی امانت ہے۔ (مہرن کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے)

دادی اماں: للن میں تجھے کنگن دئے ہیں۔ انھیں تو مہرن کو پہنا دے مرنے سے پہلے میں تیری دلہن کو تو دیکھ لوں . . . .

(اچھن مرزا اور بہو بیگم حیرت سے دادی کی طرف دیکھتے

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

ہوئے۔)

اچھن مرزا : ارے ارے امی جان یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا بھائی جان نے بشیر اسے نکاح نہیں کیا تھا.... پھر....
(کھانستے کھانستے) تو رہنے دے۔ مہرن اور غفور کے سہارے میں اتنے دنوں زندہ رہی۔ میرے لیے تو یہ تم سب سے زیادہ پیاری ہے۔ حلال کی اولادوں نے کیا نہیں کیا میرے ساتھ....
(للن ابوجان کی طرف دیکھتے ہوئے) ابوجان مہرن تو بے قصور ہے اور پھر دادی اماں کی آخری خواہش میں ضرور پوری کروں گا۔
(مہرن کے چہرے پر خوشی کے ہزاروں رنگ ابھرنے لگتے ہیں)

بہو بیگم : للن بیٹا تمہاری خوشی میں ہم سب کی خوشی ہے۔ پھر جب امی جان نے اپنی بہو مان لیا اور گلے لگا لیا تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔
(دادی اماں للن کی طرف دیکھتے ہوئے) بیٹا یہ کنگن مہرن کو پہنا دو
(للن کنگن مہرن کے ہاتھوں میں پہنا دیتا ہے)

دادی اماں: ادھر تو دیکھ بیٹی .... مہرن کے ماتھے کو چوم لیتی ہیں......
(پھر کانپتے ہاتھوں سے چارپائی کے نیچے اشارہ کرتے ہوئے)
بہو بیگم اس بکسے میں دوشالہ رکھا ہے۔ نکال کر مجھے دے دو....
(بہو بیگم دوشالہ نکال کر امی جان کو دیتی ہیں)

دادی اماں کانپتے ہاتھوں سے دوشالہ لے کر للن کو دیتی ہیں یہ لو بیٹا۔ جب تمہیں ملازمت مل جائے تو یہ چادر شاہ مینا شاہ باباکی مزار پر چڑھا دینا۔ میں نے منت مانی تھی کہ جب تجھے ملازمت مل جائے گی تو میں یہ چادر چڑھاؤں گی....

دادی اماں خاموش ہو جاتیں ہیں . . . . سانس رکنے لگتی ہے
آنکھیں بند ہو جاتیں ہیں ۔ لیکن آہستہ آہستہ زبان میں پھر جنبش ہوتی
ہے — وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی چارپائی چھونے لگتیں ہیں
اب میں یہ چارپائی کسی کو نہیں دوں گی اچھن مرزا اسے میرے نام لکھوا دے
لائیں انگوٹھا لگا دیتی ہوں ۔ کھانستے کھانستے سانس رک جاتی ہے ۔ اور
ٹوٹی ہوئی چارپائی دادی اماں کو ہمیشہ کے لیے اپنی آغوش میں سمیٹ
لیتی ہے اور چارپائی کے چاروں طرف ایک سناٹا ہے خاموشی
ہے . . . . اچھن مرزا ، بہو بیگم غفور اور مہرن للن سب خاموش کھڑے ہیں
جیسے آج اور ابھی ابھی نواب گھرانے کا دور ختم ہوا ہو ۔ مہرن ایکبار گی
چیخ اٹھتی ہے اور دادی کی لاش سے لپٹ جاتی ہے بیگم صاحبہ اب
میرا کیا ہو گا . . . . .

للن : مہرن ہم سب تمہارے ساتھ ہیں ۔ دادی اماں نے تمہیں کتنا بڑا انعام
دیا ہے ۔ تم نواب گھرانے کی بہو بن گئی ہو مہرن . . . . .

غفور میاں دادی اماں کا پاندان اپنے سینے سے لگا لیتے ہیں ۔
بیگم صاحبہ ۔ اب یہ پاندان مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا . . .
رونے لگتے ہیں . . . . . .
اور کفن دفن کی تیاری میں لگ جاتے ہیں . . . .

....

(مہرن واپس آتے ہوئے)

مہرن : بیگم صاحبہ مجھلی والے نواب آئے تھے۔ بڑے نواب صاحب کو پوچھ رہے تھے۔

دادی اماں : یہ موا تو پانی محل کے پیچھے ہی پڑ گیا ہے کہ کب پانی محل نیلام ہو اور کب اس کا قرضہ ادا ہو۔ لیکن میں اپنے جیتے جی پانی محل کو نیلام نہیں ہونے دوں گی۔

(محل کی درودیواروں اور چھت کو غور سے دیکھتے ہوئے)

یہی تو سر چھپانے کی ایک جگہ بچی ہے۔ اسے بھی فروخت کر دوں۔ میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ یہ محل میرا ہے میرا کسی حرامزادوں کا نہیں . . .

(مہرن دادی اماں کی صراحی اٹھاتی ہے)

دادی اماں : مہرن لا مجھے باسی پانی پلا دے پھر صراحی بھر لانا۔

(مہرن پانی کا گلاس دے کر چلی جاتی ہے)

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

(دادی اماں دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے)

دادی اماں : اللہ غارت کرے کاندھوں کی سواری کبھی نصیب نہ ہو۔ ۔ ۔ جا دیکھ مہرن۔ ۔ ۔ ۔ اب کون آیا ہے . . . ۔ ارے اب تو کہاں مر گئی مہرن کی بچی ۔ ۔ ۔ صراحی بھرنے گئی تھی یا بھوکے کا پیٹ بھرنے . . . (اٹھ کر بیٹھتے ہوئے) پھٹا پھٹ گرتے ہیں مُردے اچھن میاں کی جان کو . . . . . .

(پھر سوچتے ہوئے) اللہ اللہ کیا زمانہ تھا ۔ ۔ ۔ اچکن والے نواب کہلاتے تھے۔ کیا شان تھی۔ شیروانی میں ہیرے موتی جڑے ہوتے تھے۔ قدم قدم پر خادمائیں قدم بوسی کے لیے آگے پیچھے چلتیں تھیں۔ اور آج اچھن میاں ایک ایک کوڑی کو ترس رہے ہیں ۔ ۔ ۔ اللہ کی پناہ..

. . . توبہ توبہ . . . . . (لیٹ جاتی ہیں)

(مہرن صراحی لے کر اندر آتی ہے)

مہرن : جی بیگم صاحبہ . . .

دادی اماں : دیکھ باہر جا کر اب کون اپنا کلیجہ پیٹ رہا ہے!

(مہرن آہستہ آہستہ دروازے کی طرف جاتی ہے)

دروازے کی اوٹ سے

مہرن : کون صاحب ہیں

آواز : میں ارشد ہوں . . . کیا للن صاحب ہیں

(دادی اماں دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے)

دادی اماں : کہہ دے گھر پر کوئی نہیں ہے۔

مہرن : بیگم صاحبہ۔ ارشد صاحب تشریف لائے ہیں . . . وہ بڑے نواب صاحب کو نہیں بلکہ چھوٹے نواب کو پوچھ رہے ہیں . . . . ان سے کیا کہہ دوں . .

دادی اماں : اچھا اچھا . . . جا تو للن میاں کو اٹھا دے . . . اور ارشد میاں کو بیٹھک میں بلا لے میں بھی ذرا آنکھ جھپکا لوں . . . کب سے چین کی نیند نصیب نہیں ہوئی . . . . اور یہ موا کمر کا درد تو مفلسی کا ساتھی بن گیا . . . .

(ایک ہاتھ سے کمر پکڑتے ہوئے لیٹ جاتی ہیں)

(مہرن للن کے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ اس کے چہرے پر خوشیاں چمک اٹھتی ہیں)

مہرن : چھوٹے سرکار . . . اٹھیے . . . . (للن کا بازو ہلاتے ہوئے) آپ سے کوئی ملنے آیا ہے . . . . .

(للن چونک کر اٹھتے ہوئے) ارے تم پھر میرے کمرے میں آگئیں۔ کتنی

بار کہہ چکا ہوں یہاں مت آیا کرو . . . . (للن کھڑے ہوتے ہوئے) کون آیا ہے . . . . .

(مہرن للن کی طرف مسکرا کر دیکھتی ہے) میں آئی ہوں . . . . .

للن : دیکھو مہرن میں بار بار تم سے کچھ کہنا نہیں چاہتا اور تم ہو کہ میرے پیچھے ہی پڑی رہتی ہو آخر تم چاہتی کیا ہو۔ میں تمہیں کئی بار یہ بھی بتا چکا ہوں کہ میں نوابوں کے خاندان میں پیدا ضرور ہوا ہوں لیکن خادماؤں اور لونڈی باندیوں سے عشق کرنا میرا پیشا نہیں . . . .

مہرن : چھوٹے نواب آپ تو ایسے ناراض ہو جاتے ہیں جیسے میں کوئی اچھوت ہوں . . . . .

(مہرن للن کے پاس آکر کھڑی ہو جاتی ہے اور تیور بدلتے ہوئے)

مہرن : شاید آپ بھول رہے ہیں نواب صاحب کہ اس گھر پر اور آپ پر میرا پورا حق ہے . . . . میں بھی تو اسی نواب خاندان میں پیدا ہوئی ہوں۔ اس نواب خاندان سے میرا بھی تو تعلق ہے۔

(للن غصے میں آگے بڑھتے ہوئے)

للن : خبردار جو مجھ سے اس طرح بدکلامی کی۔ میں ابو جان نہیں ہوں جو تم کو اتنا سر چڑھا لوں۔

مہرن : ابو جان اور بہو بیگم دادی اماں یہ سب تو مجھے بے حد پیار کرتے ہیں۔ بس ایک آپ ہی ہیں جو مجھ سے نفرت ہی کرتے رہتے ہیں۔ . . اللہ چھوٹے نواب۔ آپ میرے خوابوں کو اس طرح مت بکھیرے . . . . میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔ بچپن سے اب تک آپ کو پیار ہی کیا ہے میں نے . . . اور ایک آپ ہیں . . . جو میرے پیار کو ٹھکرا رہے ہیں۔

آخر آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ میں آپ کے چچا ہی کی بیٹی ہوں۔ پھر آپ مجھ سے اس طرح غیروں کا سا برتاؤں کیوں کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔

(للن مہرن کی باتیں سن کر غصے میں ٹہلنے لگتا ہے)

للن : ہاں ہاں مجھے سب معلوم ہے اور یہ بات دنیا جانتی ہے اور تم بھی جانتی ہوگی کہ میرے عباس چچا نے تمہاری ماں سے نکاح نہیں کیا تھا۔ ۔ ۔

مہرن : اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ۔ ۔ میرا تو بس اتنا قصور ہے کہ میں آپ کے گھر میں پیدا ہوئی تھی۔ میں نے تو ماں باپ کا سایہ تک نہیں جانا۔ آپ کے گھر میں لونڈی باندیوں میں پل کر جوان ہو گئی۔ ۔ ۔ ۔

(للن مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے باہر چلا جاتا ہے اور مہرن کھڑی اپنے محبوب کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتی رہ جاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔)

للن : معاف کرنا یار آنے میں ذرا دیر ہو گئی۔ (للن بیٹھک میں داخل ہوتے ہوئے ارشد سے مخاطب ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔)

ارشد : تو آپ جناب ابھی تک سوئے ہوئے تھے۔ ۔ ۔ ۔ یہ چہرے پر نیند کا خمار ابھی تک چھایا ہوا ہے۔ ۔ ۔ یا کوئی عشق، عشق کا چکر ہے۔ ۔ ۔

للن : نہیں یار کوئی چکر وکر نہیں ہے۔ ۔ ۔ آؤ چلتے ہیں اپنے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ ۔ ۔ ۔ (للن ارشد کو لے کر اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے)

(دادی اماں بیٹھتے ہوئے پاندان کھولتی ہیں)

دادی اماں : ارے کمبخت پھر کھول دیا یہ تو سوکھا پڑا ہے۔ ۔ ۔ جھنجھلا کر پھر بند کر دیتی ہیں۔ (پھر لیٹتے ہوئے سون سان محل کی طرف دیکھتی ہیں اور خود بخود

بڑبڑاتی ہیں)

دادی اماں : اب یہ محل للن میاں کے نام لکھ دوں گی . . . . اچھن میاں نے تو ساری کوٹھیاں اور گلابی محل جوئے شراب کی نذر کر دیے . . . . اور موتی محل تو بڑے نواب صاحب نے ایک ناچنے والی طوائف کے نام کر دیا تھا . . . روز ہی مجرے ہوا کرتے تھے . . . میں گھنگھروؤں کی آواز سے تنگ آچکی تھی . . . موتی محل کا مینا بازار جدن بائی کی تانوں سے گونج رہا ہے . . . . بڑے نواب صاحب جدن بائی کے قریب بیٹھے تھے . . . طبلے سارنگی اور گھنگھروؤں کی آوازوں میں کھو جاتے ہیں . . . . انھیں میرے پاس آنے جانے کی فرصت ہی کہاں ملتی تھی . . . . آج بھی وہ دن مجھے اچھی طرح یاد ہے . . . . .

(فلش بیک)

نواب صاحب اندر آتے ہوئے . . . . . کیا بیگم صاحبہ تیار ہو گئیں . . .
بشیرا چونک کر کھڑے ہوتے ہوئے . . . . جی سرکار . . . میں نے بیگم صاحبہ کے ہاتھ پیروں میں مہندی لگا دی ہے ۔
نواب صاحب بیگم صاحبہ کے قریب آتے ہیں اور مہندی لگے ہاتھوں کو دیکھ کر . . . . بہت خوب . . . . آج تو بیگم صاحبہ کے ہاتھ غضب ہی . . . . بشیرا آج تم انعام کی حقدار ہو ۔

(نواب صاحب اپنے گلے کا نولکھا ہار اتار کر بشیرا کو دیتے ہیں)

نواب صاحب : بشیرا یہ لو تم اس کی مستحق ہو اور میری خوشی بھی اسی میں ہے . . . .

(تخلیہ . . . . سب کنیزیں باہر چلی جاتی ہیں)

(بشیرا باہر جاتے جاتے نواب صاحب کو مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی ہے)

نواب صاحب : بیگم صاحبہ سے مخاطب ہیں . . . . بیگم آج تو تم بے حد حسین لگ رہی ہو.
آج میں تمہیں بھی کچھ انعام دینا چاہتا ہے . . . . .
(بیگم صاحبہ نواب صاحب کو دیکھتے ہوئے نظریں جھکا لیتی ہیں)
بیگم صاحبہ : آج یہ نظر عنایت مجھ پر کیوں . . . .
(نواب صاحب جواہرات کے کنگن بیگم صاحبہ کو دیتے ہوئے)
نواب صاحب : بیگم تم تو میری محبت کو دل سے قبول ہی نہیں کرتیں . . . . شاید آپ مجھ سے ناراض رہتیں ہیں . . . . لیکن آپ دیکھیے نا جب بھی مجھے وقت ملتا ہے آپ کے پاس آجاتا ہوں . . . . پھر بھی آپ خفا رہتیں ہیں . . . . . (بیگم صاحبہ کنگن پہنتے ہوئے) میں آپ سے ناراض تو نہیں رہتی . . . . . بس اپنی تنہائی کو کوستی رہتی ہوں . . . . . .
بہت خوب صورت ہے یہ کنگن . . . . لیکن میں ان زیوروں اور گہنوں سے تنگ آچکی ہوں . . . . آپ جب بھی میرے پاس آتے ہیں کوئی نہ کوئی ہیرے جواہرات کے تحفے مجھے دیتے ہیں . . .
لیکن اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے بہت ہیں میرے پاس . . .
مجھے تو آپ کا پیار . . . . . .
(نواب صاحب بیٹھتے ہوئے بیگم صاحبہ کو اپنی باہوں میں سمیٹ لیتے ہیں . بتیاں گل ہو جاتی ہیں . . . .)
(دادی اماں تکیہ کے نیچے سے پرانہ ساڈبہ نکال کر دیکھتی ہیں اور مسکراتی ہیں .)
دادی اماں : آج بھی یہ کنگن میرے پاس نواب صاحب کی نشانی رکھے ہیں .
. . . . اب یہ کنگن میں للن میاں کی دلہن کو پہناؤں گی . . . .

دیتے ہوئے سنا کرتی تھی موتی محل رنگوں کا محل تھا۔ ۔ ۔ ۔ مجھے تو موتی محل تک جانے کی اجازت نہیں تھی محفلیں جمتیں اور ختم ہوتیں رہتی تھیں ۔ ۔ ۔ مجھے وہ دن یاد ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جب میں جوان اور خوبصورت تھی ۔ ۔ ۔ ۔ میں امید سے تھی جب ہی ایک ایسی محفل ایسا ناچ گانا ہوا تھا کہ لوگ برسوں نہیں بھولے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اسی رات تو ۔ ۔ ۔ نواب صاحب نے خوش ہو کر جدن بائی کو ایک حویلی نذر کر دی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ نواب صاحب کہا کرتے تھے۔ میں اپنی خوشی کے لیے ایک حویلی تو کیا خزانے لٹا سکتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ اور اسی طرح خزانے لٹتے رہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور ایک دن زینت محل بھی بشیراً کے نام لکھ دیا گیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ جس دن میرے ہاتھوں میں بشیراً نے مہندی رچائی تھی اسی دن سے بشیراً نواب صاحب کی نظروں میں سما گئی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے کئی بار نواب صاحب سے سنا کہ بشیراً ان کے من میں ان کے دل میں اترتی چلی جارہی ہے تو میں خاموش ہو گئی ۔ ۔ ۔ ۔ اور جب زینت محل ایک کنیز کے نام لکھ دیا گیا تو میں پانی محل میں پہنچا دی گئی تھی ۔ ۔ ۔ کیونکہ میں نواب خاندان کی پہلی بہو بیگم تھی اسی لیے مجھے ناچ گانے کے ماحول سے دور رکھا جاتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ میرا کام تو بس زیور بنوانا اور تڑوانا تھا ۔ ۔ ۔ اللہ اللہ کیا زمانہ تھا کیا شان تھی کیا مرد تھے ۔ ۔ ۔ ۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے) دادی اماں چونک کر ۔ ۔ ۔ ۔

دادی اماں : ارے اب کون ہے ۔ ۔ ۔ ۔ بہن ذرا دیکھ تو شاید غفور میاں راشن لے کر آ گئے ہوں گے ۔ ۔ ۔ کب سے بیچارا بنیے کی دکان پر منتیں کر رہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ جلدی جا کر دروازہ کھول دے ۔ ۔ ۔ جھولا اٹھائے

اٹھائے بیچارے کے کندھے جھک گئے ہوں گے۔

(مہرن دروازہ کھولنے چلی جاتی ہے۔ دادی اماں چشمہ لگاتے ہوئے بیٹھتی ہیں)

خدا بھوسو لالا کو جنت نصیب کرے۔۔۔ جب تک بیچارا زندہ رہا ادھار کھلاتا رہا۔۔۔ ڈلی کتھے کو تو کبھی کمی ہی نہیں ہونے دی۔ پاندان اس طرح تو کبھی سوکھا ہی نہیں تھا۔۔۔۔ جھاڑو پڑے بھوسو لالا کی اولادوں پر جو ادھار دینے سے انکار کرتے ہیں۔۔۔۔ ارے ان حرامزادوں کو ہماری ریاست ہماری شان کی کیا خبر۔۔۔ بھوسو لالا نے تو ہمارا زمانہ دیکھا تھا

(دادی اماں بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھتی ہیں)

(مہرن دروازہ کھولتے ہوئے)

مہرن : غفور چچا۔ کیا راشن نہیں ملا۔ کیا لالا نے ادھار دینے سے انکار کر دیا۔۔۔ (مہرن خالی جھولوں کی طرف دیکھتی ہے)

(غفور میاں اندر آتے ہوئے)

غفور میاں : ہاں بیٹی اب بھوسو لالا تو رہے نہیں جو ہمارے گھر کی روٹی چلاتے تھے۔ خدا ان کو جنت نصیب کرے۔۔۔ جب تک وہ زندہ رہے۔۔۔۔ تو جس چیز کی ضرورت ہوئی جا کر لے آتے تھے۔ لیکن اب تو لالا کا بیٹا اور پوتے دکان پر بیٹھتے ہیں۔ بیٹا تو منت کرنے سے دے بھی دیتا ہے لیکن پوتا تو کہتا ہے کہ پہلے پرانا حساب چکا دو تب سامان لے جانا۔۔

(غفور میاں اندر آ کر وہیں زمین پر خالی جھولوں کو رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں)

مہرن : غفور چچا دادی اماں کے لیے کھچڑی بنانا ہے اور گھر میں مونگ کی دال اور چاول بھی نہیں ہیں ۔

(مہرن اپنے آنچل سے ایک روپیہ کھول کر غفور چچا کو دیتی ہے)

مہرن : غفور چچا مونگ کی دال اور چاول لا دیجیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گھر کے لوگ تو کچھ نہ کچھ کہیں نہ کہیں کھا پی لیتے ہیں لیکن بیگم صاحبہ تو کہیں جاتی آتی بھی نہیں اور نہ کسی کا دیا کھاتی پیتی ہیں آج بھی ان کی آن بان باقی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

(غفور میاں روپیہ لیتے ہوئے)

غفور میاں : مہرن بیٹی اس گھر میں کیا نہیں تھا کتنے خاندان پرورش پاتے تھے غریب اور مجبور لوگوں کی شادی بیاہ نواب صاحب بڑی دھوم دھام اور شاندار طریقے سے کیا کرتے تھے کوئی سوالی کبھی اس گھر سے خالی نہیں لوٹا بیگم صاحبہ اپنے ہاتھوں سے اشرفیاں بانٹا کرتیں تھیں انھوں نے بھوسو لالا کی بیٹی کی شادی میں نولکھا ہار دیا تھا۔ اور ایک تھالی اشرفی بھوسو لالا کو انعام میں دیا تھا۔ بھوسو لالا کا مکان اور یہ دکان انھیں اشرفیوں سے بنا تھا۔ بھوسو لالا نے کبھی نواب صاحب کے سامنے سر نہیں اٹھایا تھا۔ بڑی عزت کرتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(غفور میاں آہ بھرتے ہوئے لمبی سانس لیتے ہیں)

مہرن بیٹی وہ زمانہ مجھ سے بھولا نہیں جاتا۔ میرے سارے خاندان کی پرورش نواب صاحب نے ہی کی تھی۔ میں نے تو اس گھر سے کبھی کچھ مانگا ہی نہیں تھا۔ جیسے نواب صاحب میری تمام ضرورتوں کو میرے چہرے سے ہی پڑھ لیا کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اور آج بیگم صاحبہ ۔ ۔ ۔

(غفور میاں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں)

دادی کی چارپائی

(ڈراما)

عائشہ احمد

ادارہ فکر جدید
دریا گنج - نئی دہلی ۲

(دادی اماں کروٹ بدلتے ہوئے) ارے غفور اِدھر تو آ اتنی دیر کہاں لگا دی۔ ۔ ۔ ۔ کیا راشن نہیں دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا غارت کرے جنم جلے کو۔ ۔

(غفور میاں آنسو پوچھتے ہوئے بیگم صاحبہ کے پاس جاتے ہیں)

غفور میاں : بیگم صاحبہ دکان بند تھی ہیں پھر تھوڑی دیر بعد جاؤں گا۔ دال چاول اور ڈلی کتھہ لیتا آؤں گا۔ ۔ ۔ ۔

بیگم صاحبہ : غفور اب تو میری آنکھوں ہیں دھول جھونک رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ یا بہلا پھسلا رہا ہے۔ ارے یہ کیوں نہیں کہتا کہ اب وہ اُدھار نہیں دیتا۔ ۔ ۔ (بیٹھتے ہوئے غصے سے) غفور جا کر اس حرامزادے سے کہہ دے کہ میں اس کے دال چاول کی بھوکی نہیں ہوں۔ ۔ ۔ ۔ میں نے پستہ بادام کے پکوان کھائے ہیں۔ دودھ ملائی تو اس محل کے نوکر چاکر کی رگوں میں سیتھا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور میں تو بغیر کھائے ہی زندہ رہ سکتی ہوں آخر نواب خاندان کا خون ہے میری رگوں میں۔ ۔ ۔ ۔ (ڈوپٹہ سر پر ڈالتے ہوئے) غفور میاں تم جا کر بہو بیگم کو میرے پاس بھیجدو۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(غفور میاں بہو بیگم کے کمرے کی طرف چلے جاتے ہیں)

(بہو بیگم اندر آتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھتی ہیں ان کے ہاتھ میں ایک بڑی سی کپڑوں کی گٹھری ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بہو بیگم : مہرن دروازہ بند کر دے میں پیچھے کے دروازے سے آئی ہوں۔ ۔ ۔ مجھے غفور چچا نے بھیجا ہے وہ مجھے آنگن میں ہی مل گئے تھے کہنے لگے آپ کو بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔ پھر میں ادھر ہی چلی آئی۔ (دادی اماں کے پیتانے بیٹھتے ہوئے) امی جان یہ لیجیے کچھ روپیہ ہیں۔ کرتا ٹوپی کی سلائی مل گئی ہے آپ ڈلی تمبا کو منگوا لیجیے۔ آپ کی طبیعت

کیسی ہے۔۔۔۔ (بہو بیگم دھرن سے مخاطب ہوتی ہیں) دھرن امی جان کے لیے کھچڑی بنائی تھی۔۔۔۔ (دھرن ابھی پکاتی ہوں بہو بیگم۔۔۔۔ غفور چچا دال چاول لینے گئے ہیں۔

بہو بیگم : ارے ابھی تک راشن نہیں آیا غفور چچا لالا کے یہاں نہیں گئے تھے۔۔۔۔ (دھرن اٹھتے ہوئے) گئے تھے لیکن۔۔۔۔

دادی اماں : بہو بیگم تم فکر مت کرو ابھی غفورے آئے گا۔۔۔

(بہو بیگم کھڑے ہوتے ہوئے۔) اچھا امی جان میں چلتی ہوں دو درجن کرتے ٹوپی اور لائی ہوں میں انھیں بھی پورے کردوں۔۔۔۔

(بہو بیگم چلی جاتی ہیں)

(دادی اماں ایک ہاتھ سے چشمہ ٹھیک کرتی ہیں اور روپیوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہیں)

خدا بہو بیگم کو ہمیشہ خوش رکھے۔ بیچاری اس گھر کی تک روٹی چلا رہی ہے۔۔۔۔

دادی اماں : دھرن لے یہ روپیہ غفور آئے تو میرے لیے ڈلی کتھہ منگوا دینا۔ حلق کب سے سوکھ رہا ہے۔ (باقی پیسوں کو آنچل میں باندھتے ہوئے لیٹ جاتی ہیں)

(دھرن چلی جاتی ہے) غفور میاں ڈلی کتھ اور دال چاول لے کر آتے ہیں)

(دادی اماں کھانستے ہوئے) ارے غفور او غفور ذرا پانی تو پلا دے۔ ڈلی کا پھندا لگ گیا ہے آج کچھ زیادہ ہی کھا گئی۔ کئی دنوں بعد جو ملا ہے۔۔۔۔

(غفور میاں پانی کا گلاس لے کر آتے ہیں۔ دادی اماں کانپتے ہاتھوں سے گلاس لیتی ہیں۔۔۔۔ پانی پی کر۔۔۔۔

دادی اماں : غفور میاں ذرا اچھن میاں کو بلا دو اسے تو گھر آنے کی فرصت ہی نہیں ہے
پڑا رہتا ہے پچھلی والے نواب کی خوشامدوں میں . . . . وہ بھی تو اپنا
قرضہ مانگ رہا ہے ۔ آج کل وہ بار بار پاتی محل کا چکر کاٹ رہا ہے . .
کیا اسے بھی بیچ کر اس کا قرضہ چکا دوں ۔ نہیں نہیں میں ایسا نہیں ہونے
دوں گی ۔
(لیٹتے ہوئے) جا تو جلدی سے اچھن مرزا کو بلا کر لے آ اس سے کہنا کہ میں
بہت بیمار ہوں ورنہ وہ بہانہ کرے گا . . . ۔
(غفور میاں چلے جاتے ہیں)
(مہرن للن میاں کے کمرے کی صفائی کرتی ہے کہ اچانک اس کی نظر
میز پر رکھی ہوئی ایک لڑکی کی تصویر پر پڑتی ہے)
مہرن تعجب سے —— ارے یہ کس لڑکی کی تصویر ہے ۔ یہ تو پڑھی لکھی
لگتی ہے ہائے اللہ اس نے تو سینے پر دوپٹہ بھی نہیں ڈالا ۔ مہرن اپنے
ڈوپٹے کو اتار دیتی ہے توبہ توبہ . . . ۔ اس نے خود دیکھا . . . .
کیا چھوٹے نواب کو ایسی لڑکی پسند ہے . . . ۔ جب ہی تو
چھوٹے نواب مجھے پیار نہیں کرتے . . . . پھر ڈوپٹہ اوڑھتے ہوئے
(غصے میں تصویر اٹھا لیتی ہے اور تصویر کے ٹکرے ٹکرے کر ڈالتی
ہے)

گلی کے نکڑ پر جدن بائی کا کوٹھا ہے طبلے ہارمونیم کی آوازیں آ رہی
ہیں . . . . کوٹھے کے نیچے عبدل پان والے کی چھوٹی سی دکان
ہے ۔ دائیں بائیں اور بھی طوائفیں رہتی ہیں . . . ۔ لیکن اس بازار

میں سناٹا چھایا ہوا ہے . . . . اسی گلی میں جانی میاں کا آبائی مکان ہے ۔ لیکن اب جانی میاں نہ تو نواب رہے اور نہ ان کا زمانہ۔ جانی میاں اب ایک سائیکل والے کی دکان پر رہتے ہیں ۔ ان کے آبائی مکان پر ایک بوڑھی طوائف اور اس کی بیٹی رہتی ہیں۔

کلوا ایک چھوٹا سا چائے کا ہوٹل چلا رہا ہے۔ یہ گلی چوک سے ملی ہوئی ہے یہاں سے لوگوں کا آنا جانا رہتا ہے۔ اسی گلی سے ہو کر بھوسو لالا کی دکان کو راستہ جاتا ہے . . . . غفور میاں بھوسو لالا کی دکان پر کھڑے ہیں انھیں انتظار ہے کہ لوگوں کی بھیڑ اور آنا جانا کم ہو تو وہ اُدھار کے لیے زبان کھولیں . . . . غفور میاں کو ڈر ہے کہ کہیں سب کے سامنے لالا بے عزتی نہ کر دے اسی لیے وہ خاموش کھڑا ہے . . . . . لیکن ایکبارگی لالا کی نظر غفور میاں پر پڑتی ہے . . . .

لالا : آؤ آؤ غفور میاں ۔ آج مجھے روپیوں کی سخت ضرورت تھی۔ اچھے وقت پر آ گئے تم ۔

(غفور میاں دائیں بائیں دیکھتے ہوئے)

غفور : میں راشن لینے آیا ہوں روپیہ دینے نہیں ۔ بہو بیگم نے کہا ہے کہ جلد ہی ساری رقم ادا کر دیں گی ۔

لالا : نہیں نہیں غفور میاں . . . کسی بات کی بھی حد ہوتی ہے ۔ کب تک زبان نہ کھولوں پچھلا حساب چکا دو پھر چاہے جتنا چاہے راشن لے جانا . . . . . .

(غفور میاں کے چہرے پر غصے اور فکر کے رنگ ابھرنے لگتے ہیں)

غفور : لالا جی ایسے تو مت کہیے برسوں پرانی اس دکان سے کچھ تو رشتے ناتے

بند ہے رہنے دیجیے۔

لالا : غفور میاں تم خود سوچو۔ اگر میں اسی طرح دکانداری کرنے لگا تو اپنی لٹیا ڈوبی ہی سمجھو۔ نہ سود نہ منافہ۔ ارے سود تو درکنار۔ اصل کے ہی لالے پڑے ہیں۔

غفور میاں : لالا جی بس اب حویلی کے دن پھرنے ہی والے ہیں۔ اِدھر للن میاں کو ملازمت ملی اور اُدھر آپ کی پائی پائی چکا دیں گے حویلی والے۔۔۔

(لالا غصے سے غفور کو دیکھتے ہوئے)

لالا : بس بس رہنے دو غفور میاں۔ یہ نواب لوگ ملازمت کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ نا تو نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ آپ دوسری دکان دیکھ لیجیے۔۔۔۔

(غفور غصے میں لالا کی طرف دیکھتے ہوئے)

غفور : دکان تو لکھنؤ میں بہت ہیں لیکن نواب اچکن میاں کا نمک تمہارے خاندان کے بچے بچے کی رگوں میں شامل ہے۔ کچھ تو اس نمک کا حق ادا کرو لالا۔ کیا تم کو یاد نہیں کے تمہارے باپ پھوسو لالا کی پرورش نواب صاحب نے ہی کی تھی۔ آج تم جو بھی ہو انھیں کے رحم وکرم اور مہربانی کا نتیجہ ہے ورنہ آج بھی تم کپڑوں کا گٹھیا اٹھائے گلی کوچوں میں گھوما کرتے۔ اور بوجھ سے تمہارے کندھے جھک گئے ہوتے۔ اس طرح دکان پر بیٹھ کر عیش نہ کرتے اور نہ ہی اتنی بڑی بڑی باتیں کرتے (لالا ہکلاتے ہوئے) ارے بھائی میں نے راشن دینے سے کب انکار کیا ہے۔ بس حساب۔۔۔۔ میں ذرا جلدی میں ہوں مجھے اشن کے دفتر جانا ہے۔۔۔۔ (دکان بند کرتے ہوئے)

غفور : ارے لالا خدا کے غضب سے ڈرو۔ سب دن ایک سے نہیں رہتے تیرا باپ جب تک زندہ رہا پوری حویلی کا راشن دیتا تھا اور کبھی حساب نہیں مانگا۔ اور آج تو انکار کر رہا ہے۔۔۔

(لالا جاتے ہوئے)

لالا : میرے باپ کے ساتھ ہی پُرانے ناتے رشتے ختم ہو گئے، غفور میاں۔ جاؤ دوسرا دروازہ دیکھو۔

غفور میاں اداس اور مایوسی کے ساتھ خالی جھولوں کو لئے لوٹتے ہیں۔ گلی میں آتے ہی جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے گلی سے نکلنا چاہتے تھے کہ اچانک ان کی نظر عبدل پان والے کی دکان پر پڑتی ہے۔ اچھن میاں سے نظریں چار ہو جاتی ہیں۔

غفور : نواب صاحب ابھی تک آپ گھر نہیں گئے۔ بیگم صاحبہ نے آپ کو یاد کیا تھا۔

(اچھن مرزا بات کاٹتے ہوئے) خالی جھولوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ کیا لالا کی دکان بند تھی جو یوں ہی۔۔۔۔۔

غفور میاں : گستاخی معاف ہو حضور۔ لالا کی دکان تو ان کوٹھے والیوں نے بند کر دی اپنے کوٹھوں کی رونق بڑھانے کے لیے محلوں کے باورچی خانے ویران کر دئے۔ محلوں میں رہنے والے روٹیوں کے محتاج ہو گئے۔ اب لالا کو کیا پڑی ہے جو محلوں کے ٹمٹماتے چراغوں میں تیل ڈالے۔۔۔

(نواب اچھن مرزا اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے غصے سے لال پیلے ہونے لگتے ہیں)

اچھن مرزا : غفور میاں آپ اپنی اوقات بھول رہے ہیں۔ آپ سے جتنا پوچھا

جائے اتنا ہی جواب دیجیے ۔ اور یہ مت بھولیے کہ آپ اس گھر کے ملازم ہیں ۔ دور ہو جایئے میری نظروں سے . . . . .

(غفور میاں ہاتھ جوڑتے ہوئے)

غفور : معاف کیجیے حضور ۔ میں اپنی اوقات اچھی طرح جانتا ہوں ۔ میں نے برسوں اس حویلی اور اس خاندان کا نمک کھایا ہے اسی لیے بول رہا ہوں . . میں نے آپ کے سر پر سہرا باندھا تھا اس محل میں شہنائیاں بجتے دیکھیں ہیں ۔ اب بھوک اور پیاس کیسے دیکھ سکتا ہوں . . . . .
غفور میاں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آتی ہیں آواز گلے میں اٹکنے لگتی ہے ۔

(اچھن مرزا غفور کی طرف دیکھتے ہوئے) معاف کیجیے غفور چچا غصے میں نہ جانے کیا کیا الٹی سیدھی بک گیا ۔

غفور : سرکار معافی تو مجھے مانگنی چاہیے ۔ چھوٹا منہ بڑی بات

(اچھن مرزا غفور چچا کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے)

کوئی بات نہیں غفور چچا آپ کو پورا حق ہے کہنے سننے کا ۔ آپ گھر جائیے سب ٹھیک ہو جائے گا ۔ امی جان سے کہہ دیجیے گا میں تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں ۔

(غفور میاں آنسو پوچھتے ہوئے تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے گلی سے باہر نکل جاتے ہیں ۔ اچھن مرزا عبدل کی دکان پر کھڑے ہو کر پان کی گلوریاں بندھواتے ہیں)

عبدل پان کی گلوریاں نواب صاحب کو دیتے ہوئے ۔ نواب صاحب گستاخی معاف ہو تو کچھ عرض کردں . . .

(اچھن مرزا منھ میں پان رکھتے ہوئے ہاں ہاں بولو کیا پوچھنا ہے ۔
عبدل کی طرف دیکھتے ہوئے ۔

عبدل : سرکار غفور میاں کی جوتیاں تو گھس گئیں پھوسو لالا کی دکان پر آتے جاتے ۔ لیکن آپ کے یہ پالش کئے ہوئے جوتے کوٹھوں اور بازاروں میں چکر لگاتے ہوئے آج تک نہیں گھِسے ۔ ۔ چمپا بائی کا بھی جواب نہیں ۔

(اچھن مرزا غصے کے عالم میں عبدل کی طرف دیکھتے ہیں)

اچھن مرزا : ابے عبدل کے بچے تیری یہ ہمت ۔ اپنی اوقات سے باہر بات کررہا ہے تیرے پیسے ادھار ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ جو منہ میں آئے بکے جا رہا ہے ۔ تیرے باپ نے تو کبھی مجھ سے نظر ملاکر بات تک نہیں کی اور تو ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(عبدل مسکراتے ہوئے)

عبدل : باپ کا زمانہ تو کب کا ختم ہوگیا سرکار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اب یہ دکان میری ہے ۔ ۔ ۔ پھر اب آپ بھی تو نواب نہیں رہے نواب صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب تو انگریزوں کا زمانہ ہے جدھر دیکھو گوری چمڑی والے دیکھنے کو ملتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔

اچھن مرزا شرمندگی اور ندامت سے غصے کہ گھونٹ پی لیتے ہیں اور پان لے کر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے چمپا بائی کے کوٹھے کی سیڑھیاں چڑھنے لگتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چمپا بائی کے کوٹھے پر طبلے اور سارنگی کی ہلکی ہلکی آواز آرہی ہے ۔ چمپا بائی اپنے پیروں میں گھنگھرو باندھ رہی ہے

اچانک چمپا بائی کی نظر اچھن مرزا پر پڑتی ہے۔

چمپا بائی : ارے نواب صاحب . . . . خیریت تو ہے۔ کہیں آپ کے دشمنوں کی طبیعت ناساز تو نہیں . . . . چمپا بائی پیر پٹکتی ہوئی بڑی اداؤں سے اچھن مرزا کے پاس بڑھتی ہے۔

(اچھن مرزا چمپا بائی کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہیں)

اچھن مرزا : چمپا بائی یہ لو پان کی گلوریاں۔ اور اسے میرا آخری تحفہ ہی سمجھنا . . . . آج کے بعد میں اِدھر سے کبھی نہیں گزروں گا۔

(چمپا بائی پان کی گلوریاں لیتے ہوئے اچھن مرزا کی طرف دیکھتی ہے)

چمپا بائی : کیا بات ہے حضور۔ کیا کوئی گستاخی ہوگئی ہم سے . . . . کچھ تو بولیے سرکار . . . . کچھ بتائیں گے بھی یا یوں ہی میری جان لیتے رہیں گے . . . .

چمپا بائی نے اپنے سازندوں کی طرف دیکھا اور پھر نواب صاحب کی طرف دیکھ کر بولی . . . .

آج مجرا نہیں ہوگا۔ آج میرے سرکار کی طبیعت کچھ ناساز ہے . . .

(استاد جی اور سارنگیے اٹھ کر چلے گئے)

(اچھن مرزا چمپا بائی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے)

اچھن مرزا : چمپا آپ کی اداؤں نے تو مجھے ایسا فریفتہ کر دیا کہ بغیر آپ کے دیکھے مجھے چین ہی نہیں آتا۔

چمپا بائی : یہ سب آپ کی قدر دانی ہے ورنہ میں کیا میری حقیقت کیا . . . .

اچھن مرزا : چمپا ہو سکے تو مجھے بھول جانا . . . . میں اپنی محبت سے زیادہ اپنی

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

(حقوق بحق مصنفہ محفوظ)

قیمت : پینتس روپے -/۳۵
اشاعت : ۱۹۹۱ء
طباعت : نوپربھات پرنٹنگ پریس
شاہدرہ۔ دہلی
ناشر : اجے کمار ڈڈن
ادارہ فکر جدید
۹۲۲۔ کوچہ روہیلا، تراہا بہرام
دریا گنج۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

DAADI KI CHARPAI : AISHA AHMED
PLAY : Price Rs. 35.00

IDARAH FIKRE JADEED
922 Kucha Rohella,
New Delhi 110002

عزت سے پیار کرتا ہوں . . . . آپ تو جانتی ہیں کہ اب ہم ویسے
نواب تو نہیں رہے . . . . صرف میرا نام ہی رہ گیا ہے . . . .
اور مجھے اس نام کی لاج رکھنی ہے . . . . .

(چمپا بائی نواب اچھن مرزا کو اپنے پہلو میں بیٹھاتے ہوئے)

چمپا بائی : میرے محسن آپ کیسی اکھڑی اکھڑی سی باتیں کر رہے ہیں ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے . . . آپ کو یہاں آنے سے کس نے روکا ہے۔ ایک آپ ہی تو نواب خاندان کے چشم و چراغ ہیں جو نوابوں کی روایات کو قائم رکھے ہیں ورنہ چوک کے اس دروازے پر کبھی ماتم اور مرثیہ کے علاوہ کبھی طبلے سارنگیایوں کی آوازیں نہ آئیں گی . . . لکھنؤ کی رنڈیاں دروازوں پر تالے ڈال کر اللہ جانے کہاں گم ہو گئیں۔ نوابوں کا زمانہ کیا ختم ہوا بیسیوں رنڈیاں بیوہ ہو گئیں . . . میری قسمت اچھی تھی جب سے آپ سے دل لگا یا کبھی مایوس اور اُداسی اپنے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔ لیکن آج آپ نے تو دل ہی توڑ کر رکھ دیا۔ نہ جانے میری تقدیر آج مجھ سے روٹھی کیوں ہے . . . . .

چمپا بائی کی آنکھیں ڈبڈبا جاتیں ہیں اور وہ اچھن مرزا کی آنکھوں میں دیکھتی ہے۔

اچھن مرزا : چمپا ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا . . . . .

اچھن مرزا باہر جانے لگتے ہیں۔ چمپا بائی ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے غزل گانا شروع کر دیتی ہے . . . .

اچھن مرزا کے قدم خود بخود وہیں رک جاتے ہیں . . . . اور جب اچانک ان کی نظر جانی میاں پر پڑتی ہے تو وہ بغیر کچھ بولے ہی زینے

سے نیچے اتر جاتے ہیں۔ چمپا بائی ان کے پیچھے پیچھے زینے تک جاتی ہے۔ . . . . پھر جانی میاں کی طرف دیکھتے ہوئے . . . . . ارے کمبخت تجھے بھی اسی وقت مرنا تھا . . . . کہاں سے ٹپک پڑا نامراد . . . . ارے جب جیب خالی ہو گئی تو اب رنڈی کے کوٹھے پر کیا ملے گا تجھے . . . (دروازہ بند کرتے ہوئے)

جانی میاں : چمپا بائی میری جیب تو انھیں کوٹھوں پر خالی ہوئیں ہیں . . . . یہ بات اپنی اماں سے پوچھو جو کبھی میری عاشق تھی . . . . .

چمپا بائی : اماں تو اب بوڑھی ہو گئیں ان کا زمانہ یاد کرنے سے کیا فائدہ . . . چلو جانی میاں . . . . اب آ ہی گئے ہو تو اماں کے پاؤں دباتے جاؤ کل ساری رات اماں کے پیروں میں درد تھا . . . . شاید تمہارے دبانے سے انھیں آرام آجائے . . . . .

(جانی میاں اماں کے کمرے کی طرف چلے جاتے ہیں)

دروازے پر دستک ہوتی ہے

دادی اماں : مہرن ذرا دیکھ تو . . . . شاید غفور راشن لے کر آیا ہوگا . . . آج تو دکان ضرور کھلی ہوگی . . . . (پاندان قریب کرتے ہوئے) کتھا ڈلی تو پاندان میں رکھ دوں گی ارے . . . . کمبخت غفور نگوڑے کو تو کچھ یاد ہی نہیں رہتا . . . . ہزار بار کہا تھا کہ کتھا ڈلی لانا مت بھولے . . . . اب دیکھوں لایا بھی یا بھول گیا . .

(دادی اماں دروازے کی طرح ایک آس بھری نظروں سے دیکھتیں رہیں . . . . .)

(مہرن دروازہ کھولتے ہوئے)

مہرن : غفور چچا . . . . خالی جھولوں کی طرف دیکھتے ہوئے . . . کیا آج بھی . . . . بیگم صاحبہ کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں . . . .

(غفور اندر آتے ہوئے) یہ لو بیٹی . . . . خالی جھولا دیتے ہوئے میں ابھی آتا ہوں . . . . (مہرن غفور کی طرف دیکھتی ہے) میں بیگم صاحبہ سے کیا عرض کروں . . . .

غفور باہر جاتے ہوئے . . . . میں ابھی آتا ہوں بیٹی . .

. . . مہرن دروازہ بند کر لیتی ہے . . . .

دادی اماں ارے کیا غفور نہیں تھا . . . . چراغ جلنے کو آیا اور ابھی تک نہیں پلٹا مہرن ذرا دیکھ تو غسل خانہ کی منڈیر پر سے دھوپ اتر گئی یا ابھی باقی ہے . . . . (دادی اماں عینک اتار کر ڈوپٹہ سے صاف کرتی ہیں) اب تو عینک بھی بیکار ہو چکی ہے . . . . جب آنکھوں میں ہی روشنی باقی نہ رہی تو عینک سے کیا فائدہ . . . . اب تو بس . . . . زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں ۔

(مہرن دادی اماں کے پیتانے بیٹھی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ آپ ایسے کیوں کہتی ہیں آپ ہی تو اس گھر کی رونق ہیں اور پھر میرا تو اس دنیا میں آپ کے سوا کوئی نہیں . . . .

(دادی اماں مہرن کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے)

دادی اماں : اری تو کاہے کو اپنا دل چھوٹا کرتی ہے . . . . میرے بعد بہو بیگم جو ہیں تیری دیکھ بھال کے لیے . . . . بس میرے جیتے جی تیرے بھی ہاتھ پیلے ہو جاتے تو میرے سر سے یہ بوجھ اُتر جاتا . . . تیری ماں کی امانت سمجھ کر میں نے تجھے پالا پوسا ہے . . . تیرا بھی ٹھکانہ

کر کے ہی مروں گی . . . . جا تو کریما بوا کو بلا کر لے آ اس دن وہ ایک لڑکے کا ذکر تو کر رہی تھی مجھ سے . . . . پھر اس کے بعد منھ کالا کر گئی ۔ جب سے پلٹی ہی نہیں . . . . اللہ جانے کہاں کہاں ماری ماری پھر تی رہتی ہے . . . . جا بیٹی . . . . اور سن ذرا بہو بیگم کو بھی بھیج دینا . . . . .

(دادی اماں لیٹ جاتی ہیں مہرن باہر چلی جاتی ہے)

(للن اندر آتے ہوئے)

للن : دادی اماں . . . آپ کیسی ہیں . . . . للن اپنی دادی کی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے ۔

دادی للن کو دیکھ کر خوش ہو جاتی ہیں . . . . آؤ بیٹا بیٹھو میرے قریب آؤ . . . . دادی للن کا ہاتھ پکڑتے ہوئے . . . . اپنے قریب بیٹھا لیتی ہیں . . . . میری کیا پوچھتا ہے بیٹے . . . . یہ کمر کا درد تو میری جان لے کر ہی چھوڑے گا . . . .

للن : ایسا کیوں کہتی ہیں دادی اماں . . . . آپ کریما بوا سے تیل کی مالش کروا لیا کیجیے ۔

دادی اماں : ارے بیٹا . . . کریما بوا کو محلے بھر کی چغلیاں کرنے سے فرصت کہاں ملتی ہے قبر میں پیر لٹکائے ہیں اور لگائی بجھائی سے باز نہیں آئیں ۔

للن : تو آپ مہرن سے تیل مالش کروا لیجیے . . . .

دادی اماں : اب مہرن بیچاری کیا کیا کرے گی . . . . رات دن میری ہی خدمت میں لگی رہتی ہے . . . . اور تیری ماں کو تو وقت ہی نہیں ملتا . . . . اگر وہ بھی کرتا ٹوپی کی سلائی چھوڑ کر گھر کے کاموں میں لگ جائے تو گھر

کی دال روٹی کے بھی لالے پڑ جائیں گے۔ ۔ ۔ ۔ اچھن مرزا کو تو ذرا بھی گھر کا خیال نہیں رہتا۔ ۔ ۔ ۔ وہ تو بس جمن میاں کی چوکھٹ پر پڑا شطرنج کی بازی پر بازی لگاتا رہتا ہے۔ ۔ ۔ ۔

(للن دادی اماں کا پاؤں دباتے ہوئے)

للن : دادی اماں آپ کاہے کو فکر کرتیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ بس میری ملازمت لگی اور سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ پھر امی جان کو بھی کرتا ٹوپی سینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ۔ ۔ ۔ مجھے بے حد تکلیف ہوتی ہے جب میں امی جان کو اتنی محنت کرتے دیکھتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ امی جان کی ہمت تھی جو کپڑوں کی سلائی کڑھائی کر کر کے مجھے پڑھایا لکھایا۔ ۔ ۔ اگر وہ اتنی محنت نہ کرتیں تو آج میں بھی ابو جان کی طرح شطرنج اور تاش کی بازی لگائے بیٹھا رہتا۔ ۔ ۔ ۔

دادی اماں : بیٹا ملازمت کرنا ہماری شان اور آن بان کے خلاف تھا بڑی معیوب بات تھی ملازمت کرنا۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے زمانے میں لوگ ہماری ملازمت کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ لیکن بیٹا اب تو وہ نوابوں کا زمانہ رہا نہیں کہ گھر بیٹھے کھانے کو ملتا رہے گا۔ ۔ ۔ ۔ اب تو پیٹ کی دوزخ بھرنے کے لیے نوکری تو کرنی ہی پڑے گی چاہے جیسی بھی نوکری ہو۔ ۔ ۔ ۔

(لیٹے ہوئے للن کی طرف دیکھتی ہیں)

لیکن بیٹا انگریزوں کی غلامی مت کرنا۔ ۔ ۔ ۔ بیٹا تو امتحان دینے گیا تھا نوکری کے لیے۔ ۔ ۔ ۔ اس کا کیا ہوا۔ ۔ ۔ مل جائے گی ملازمت تجھے۔ ۔ ۔ ۔

للن : ہاں ہاں دادی اماں ضرور ملے گی۔ ۔ ۔ ۔ اگر لکھنؤ میں نہ ملی تو باہر

چلا جاؤں گا . . . .

(دادی اماں للن کی طرف غور سے دیکھتی ہیں)

دادی اماں: باہر کہاں چلا جائے گا . . . . کیا پاکستان چلا جائے گا . . . . سنتی ہوں بہت سارے مسلمان پاکستان چلے جارہے ہیں . . . پاکستان کیا بنا ملک کا بٹوارا ہی ہو گیا . . . . ارے جانے والوں پر اللہ کی مار ہو ہندوستان کا نمک کھایا اور اب غداری کرنے پر تلے ہوئے ہیں . . . . پرکھے سارے ہندوستان کی مٹی میں دفن ہوئے . . . . انھیں بھی کھود کر لے جائیں . . . .

(دادی اماں للن کا ہاتھ پکڑ کر)

دادی اماں: دیکھ بیٹا . . . تو باہر کہیں نہیں جائے گا . . . . کیا اپنے ہندوستان میں دال روٹی بھی نہیں ملے گی . . . . .

للن: میں پاکستان نہیں جاؤں گا دادی اماں . . . . ہمارے ملک میں بڑے بڑے سہر ہیں . کلکتہ . بمبئی . مدراس اور دہلی . . . کہیں بھی ملازمت مل جائے گی . . . . میں تو کبھی پاکستان جانے کو سوچتا بھی نہیں ہوں . . . . ہاں امی جان اکثر کہتی ہیں کہ میں پاکستان چلا جاؤں . . . . کیونکہ امی جان کے بہت سارے رشتہ دار وہاں چلے گئے ہیں . . . . .

(دادی اماں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے للن کو اپنے سینے سے لگاتی ہیں)

دادی اماں: نہیں نہیں بیٹا . . . میں تجھے کبھی پاکستان نہیں بھیجوں گی . . . ہندوستان ہمارا ملک ہے . ہم یہیں پیدا ہوئے ہیں . . . . ہمارے بزرگ اور پرکھے اسی کی مٹی میں دفن ہیں . . . . انھیں

چھوڑکر ہم لوگ کہیں نہیں جائیں گے . . . ہم سب کو یہیں جینا اور مرنا ہے . . . . اپنے ملک کی تو بھوک پیاس بھی بھلی ہے . . .

(آہیں بھرتے ہوئے) یہ دوسری بات ہے بیٹا کہ اب ہندوستان کے لوگ ہی ہمیں اپنا نہیں سمجھتے . سوتیلوں کی طرح برتاؤ ہے ہمارے ساتھ . . . . بیٹا ہم نے تو بہت زمانہ دیکھا ہے . . . انگریزوں کا زمانہ بھی ہمارے سامنے گزرا ہے . جب انگریزوں کا دور تھا . . . . ایک طوفان اٹھا تھا ہندوستان میں . . . . پھر ملک کا بٹوارہ شروع ہوگیا . . . . لکھنؤ پر تو گوری چمڑی والے ٹوٹ پڑے تھے . . . . اللہ جنت نصیب کرے . . . واجد علی شاہ کو . . سر کا تاج اور حکومت انگریزوں کی نذر کردی لیکن سر نہیں جھکایا . . اپنے بزرگوں سے سنا کرتی تھی . . . . اور ہم نے بھی ہزاروں رنگ بدلتے دیکھا ہے . . . . آخر ہم ہندوستانیوں نے مل کر انگریزوں کی چھٹی کردی . منھ کی کھانی پڑی گوری چمڑی والوں کو .

(دادی اماں لیٹتے ہوئے خاموش ہوجاتی ہیں)

للن : دادی اماں آپ نے تو بہت زمانہ دیکھا ہے . . . ہمیں بھی تھوڑا تھوڑا یاد ہے کہ ہندوستان کے پہلے وزیراعظم جواہر لال کو دیکھا ہے . . . .

(للن دادی اماں کی طرف دیکھتے ہوئے)

للن : دادی اماں . کیا آپ سوگئیں . . . .

(دادی اماں بولتے بولتے تھک جاتی ہیں اور سو جاتی ہیں)

(للن دادی اماں کو چادر اوڑھا کر باہر جانے لگتا ہے)

کریمًا بوا اندر آتے ہوئے

للن : سلام کریمًا بوا۔ آئیے آئیے بہت دنوں بعد آپ کا دیدار ہوا

(کریمًا بوا بڑی سی کپڑوں کی گٹھری رکھتے ہوئے باہر دالان میں چارپائی پر بیٹھ جاتی ہیں)

کریمًا بوا : جیتے رہو بیٹا . . . . اے میں تو برابر آتی جاتی رہتی ہوں۔ آپ ہی کے دیدار کو ترستی رہتی ہوں چھوٹے نواب . . . . .

(للن کریمًا بوا کے پاس والی چارپائی پر بیٹھ جاتے ہیں)

للن گریمًا بوا۔ آج کل میں اپنی ملازمت کے لیے کوشش میں لگا ہوا ہوں اور پھر الکشن ہونے والے ہیں اسی لیے تھوڑا وقت الکشن کے کاموں میں بھی گزر جاتا ہے . . . وقت ہی نہیں ملتا . . . . آپ بیٹھے میں امی جان کو بلا کر لاتا ہوں . . . .

کریمًا بوا مہرن نہیں دکھائی پڑ رہی ہے . . . . ذرا مجھے پانی پلا دیتی۔ یہ کپڑوں کا بوجھ لئے لئے ہانپ گئی . . . .

للن : میں مہرن سے پانی بھی بھجواتا ہوں . . . .

(للن چلا جاتا ہے)

(مہرن پانی کا گلاس لے کر آتی ہے) کریمًا بوا۔ آداب . . . . گلاس دیتے ہوئے . . . سنا ہے آپ بہت تھک گئیں ہیں۔

(کریمًا بوا پانی پی کر گلاس رکھتے ہوئے)

کریمًا بوا : بیٹھو بیٹی . . . . جیتی رہو . . . . خدا تیرے ہاتھ پیلے کرے . . . (کچھ سوچ کر) اے بیٹی تجھ سے کس نے کہا میں تھک گئی ہوں . . . . (مہرن مسکراتے ہوئے)

مہرن : آپ نے جس سے پانی کے لیے کہا تھا اسی نے بتایا مجھے . . . .

(کریماً بوا مسکراتے ہوئے مہرن کی طرف دیکھتی ہیں)

کریماً بوا : اچھا اچھا۔ چھوٹے نواب نے بتایا ہوگا . . . . (ادھر ادھر دیکھ کر) بیٹی . . . بہو بیگم نہیں ہیں کیا . . . . میں ان کے لیے کچھ کپڑے لے کر آئی ہوں۔

مہرن : بہو بیگم اپنے کمرے میں ہیں . . . . میں ابھی انھیں بلا کر لاتی ہوں

(مہرن چلی جاتی ہے)

(دادی اماں کروٹ بدلتے ہوئے) مہرن . . . او مہرن . . .

(کریما بوا بیگم صاحبہ کی آواز سن کر اندر چلی جاتی ہیں) سلام بیگم صاحبہ

دادی اماں : کون . . . کون ہے . . . . (اٹھ کر بیٹھتے ہوئے) ارے کریماً بوا . . . تم کب آئیں . . . . (کریما بوا ___ دادی کی چارپائی پر بیٹھی ہیں)

کریماً بوا : آپ کی طبیعت کیسی ہے بیگم صاحبہ . . . .

دادی اماں : اب میری کیا پوچھ رہی ہو۔ کون سنتا ہے ہماری بھلا . . . ہم تو سٹھیا گئے ہیں۔ قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہیں اور اب کفن پہننے کا انتظار کر رہے ہیں۔

کریماً بوا : کیوں بُری بُری باتیں زبان سے نکالتی ہیں آپ . . . . اللہ آپ کو اور لمبی عمر دے اب اس حویلی کی رونق آپ ہی تو ہیں ورنہ اس حویلی میں اُلو بولے گا خدا آپ کی عمر دراز کرے۔ . . . میرا آنا جانا بھی آپ ہی کے دم سے ہے۔ ورنہ ہمیں کون پوچھے گا . . . بہو بیگم تو سینے پرونے میں لگی رہتیں رہیں اور اچھن میاں کی تو صورت دیکھنے کو ترس گئی ہوں۔ ایک للن ہی بیچارا ہے جو خیریت پوچھ لیتا ہے۔ خدا

اس کو لمبی عمر دے اور اچھی ملازمت سے لگائے . . . بیگم صاحبہ آپ اپنے جیتے جی للن میاں کی شادی بھی کر دیجیے . . . آپ کے ہاتھوں سے سہرا لگانے اور اُبٹن لگانے کے نیگ میں سونے کے نہ سہی تو کم سے کم چاندی کے کنگن تو پہن لوں . . . اور للن میاں کو ملازمت ملتے ہی بس انعام لوں گی . . . . دعا مانگتے مانگتے زبان گھس گئی . آس لگائے بیٹھی ہوں کہ کب للن میاں کو ملازمت ملے اور کب میرے سونے کانوں میں چاندی کی بالیاں جھولیں .

(کریمًا بوا دادی اماں کے پاؤں دباتے ہوئے)

کریمًا بوا : عباس میاں کی شادی پر بڑے نواب صاحب نے انھیں کانوں میں سونے کے جھمکے بنوا کر دئے تھے . ان کی زندگی میں کبھی میرے کان ناک سونے نہیں رہے تھے . . . . جب بھی مجھے اداس دیکھتے تھے یا کان ناک ننگے دیکھتے تھے تو سنار کو گھر بلوالیا کرتے تھے اور کہتے تھے . . . . بوا کے کانوں میں بالیاں پہنا دو . سونے کان اچھے نہیں لگتے . . . . اور آج نواب صاحب کی کوئی بھی نشانی باقی نہیں رہی . جب سے اپنے بیٹے اور پوتے کی شادی کی یہ کان اور ہاتھ سونے پڑے ہیں . وہی سونے کے کنگن اور جھمکے بیچ کر دو شادیاں نپٹائیں تھیں . . . اب مرنے سے پہلے للن میاں کی کمائی سے چاندی کی ہی بالیاں پہن لوں . . . .

(دادی اماں کریمًا بوا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے)

دادی اماں : ارے تو کاہے کو گھبراتی ہے خدا تیرا یہ ارمان بھی پورا کرے گا میں نے شاہ مینا بابا کی درگاہ کی منت مانی ہے . ململ کی چادر چڑھاؤں گی .

پیش لفظ

لکھنو کی تہذیب اور زبان سے کون واقف نہیں ہے۔ میں نے یہ کہانی ڈرامے کی شکل میں لکھی ہے۔ جو حقیقت کے بہت قریب ہے۔ لکھنو کی تہذیب اور زبان نوابوں کا دیا ہوا ایک حسین تحفہ ہے۔ واجد علی شاہ کا زمانہ ہماری تہذیب پر چھایا ہوا تھا۔۔۔۔ لکھنو ایک خوبصورت شہر ہی نہیں بلکہ تمام خوبیوں کا مالک بھی رہا ہے۔

لیکن حالات کس طرح بدلتے رہے۔ نوابوں کا دور ختم ہوا۔ لیکن وہ آن بان انسانی فطرت میں سما کر رہ گئی۔ فاقہ کشی کو اپنی عادت میں شامل کر لیا گیا۔ لیکن آن بان پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔۔۔۔ نانی دادی اور بزرگوں کو کسی کے سامنے جھکنا منظور نہیں تھا۔۔۔۔۔

لیکن وقت کے تھپیڑوں کے آگے جھوٹی آن بان کب تک سات پردوں میں بند رہتی۔ محلوں کی رانیاں پردوں سے نکل کر گلی کوچوں میں پھرنے لگیں۔ چوک

میرے پاس نواب صاحب کا دیا ہوا ایک ململ کا دوشالہ رکھا ہے۔ . . . . بس میرے پوتے کی ملازمت لگ جائے تو وہ چادر شاہ مینا بابا کی درگاہ پر چڑھواؤں گی . . . .

کریمًا بوا : (حیرت سے) اے بیگم صاحبہ دوشالے میں گھن نہ لگ گئے ہوں گے یوں کبھی ریشمی ململ اتنا نازک ہوتا ہے کہ کیڑے انھیں چاٹ ہی ڈالتے ہیں پھر برسوں کی بات ہوگئی . . . ذرا کبھی کبھی دھوپ ہی دکھا دیتیں . . . .

(دادی اماں عینک لگاتے ہوئے)

دادی اماں : مہرن نگوڑی سے تو برابر دھوپ میں ڈلواتی تھی . . . . لیکن برسات شروع ہوگئی تو میرے دھیان سے ہی اتر گیا . . . . (چارپائی کے نیچے جھانکتے ہوئے) یہ کیا بکسے میں رکھا ہے . . . . ابھی مہرن سے پھر دھوپ میں ڈلواتی ہوں . . . .

(مہرن اندر آتے ہوئے)

مہرن : کریمًا بوا . بہو بیگم کہیں جا رہی ہیں . . .

کریمًا بوا : اری مہرن ذرا ان سے کہہ دے میں ان کے لیے کپڑے لائی ہوں۔

(کپڑوں کی گٹھری مہرن کی طرف بڑھاتی ہے)

مہرن : لائیے بوا میں بہو بیگم کو دیدوں گی . . . . کپڑے لے کر اندر چلی جاتی ہے۔

دادی اماں : بہو بیگم سے تو مجھے بھی کچھ باتیں کرنی تھیں . لیکن بیچاری کو فرصت ہی کہاں ملتی ہے . . . . کچھ سوچتے ہوئے . . . . ارے بوا تم بھی تو لکھنؤ کی گلی کوچوں میں چکر لگاتی رہتی ہو . . . سنا ہے آج کل

الکشن ہونے والے ہیں کل للن بتا رہا تھا۔۔۔۔ پورے لکھنؤ میں اُتھل پتھل مچی ہے۔ ووٹ والے گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہیں۔ رکشہ اور تانگوں میں بڑے بڑے بھونپو لگائے گئے ہیں۔۔۔۔ ایسے میں کیا خبر کب شہر میں دنگا فساد ہو جائے

کریمنا بوا : ہاں ہاں بیگم صاحبہ آج کل بڑا زور ہے الکشن کا ۔۔۔ لڑائی جھگڑا ہوتے کتنی دیر لگتی ہے ۔۔۔۔ اب وہ زمانہ تو رہا نہیں کہ خاموشی سے جا کر جس کو چاہا ہوا اپنا ووٹ اپنی مرضی سے ڈال دیا۔ ارے ہم نے تو دو بیلوں کی جوڑی والے ڈبے میں ووٹ دیا تھا ۔۔۔۔ (کھڑے ہوتے ہوئے) یاد ہے بیگم صاحبہ ۔۔۔۔ ایک بار میں بھی آپ کے ساتھ ووٹ ڈالنے گئی تھی۔۔۔۔ آپ تو تانگے پر بیٹھتے ہی ڈر گئیں تھیں ۔۔۔۔ بیچارا کریم نہ ہوتا تو آپ تانگے پر کبھی نہ بیٹھتیں۔ کتنی عزت کرتا تھا آپ کی ۔۔۔۔ کتنے پیار سے لے گیا تھا ہم لوگوں کو ۔۔۔ خدا جنت نصیب کرے ۔۔۔۔ سب کے دکھ درد میں شریک رہتا تھا بیچارا ۔۔۔۔

(دادی اماں بوا کی طرف دیکھتی ہیں)

دادی اماں : ارے بوا کبھی کبھی کریم کے بیوی بچوں کی خبر بھی لے لیا کرو ۔۔۔۔ بہت دنوں سے اس کی بیوی بیمار تھی ۔۔۔۔ حکیم ریاض نے بتایا تھا مجھے ۔۔۔۔

(کریمنا بوا دادی اماں کے پاس پھر بیٹھ جاتی ہیں)

کریمنا بوا : ارے ہاں بیگم صاحبہ خوب یاد آیا ۔۔۔۔ آپ نے اچھا یاد دلایا۔ اس دن میں آمینہ آباد گئی تھی وہاں مجھے کریم کی بیٹی ملی تھی للا جگل

کشور کی دکان پر . . . . چاندی کے دو تین چھلے بیچنے آئی تھی . .
میں نے پوچھا یہ پرانی چاندی کے چھلے کیوں بیچ رہی ہو اتنے بھاری
اور اچھے بنے ہوئے ہیں . . . . وہ بولی یہ چھلے میری اماں جان
کو بیگم صاحبہ نے غفور چچا سے بھجوائے تھے . . . . کہ اسے بیچ کر
اماں جان اپنا علاج کر لیں . . . . . اماں بہت بیمار تھیں تو اماں
نے بیگم صاحبہ سے پانچ روپیہ منگوایا تھا . . . . روپیے کے بدلے یہ
چھلے بیگم صاحبہ نے بھیجے تھے . . . . . آج انھیں بیچ کر اماں جان کی
دوا اور کچھ کھانے پینے کا سامان لے جاؤں گی . . . . خدا بیگم صاحبہ
کو سلامت رکھے . آج بھی ان کا دل تنگ نہیں ہے .

(دادی اماں کریما بوا کی باتیں غور سے سنتی ہیں)

دادی اماں : تو ابھی بیچاری بیمار ہے . . . . (بات کاٹتے ہوئے) خدا اس کو اچھا کرے . . . . آج غفور کو بھیج کر اس کی خیریت پوچھواؤں گی . . .

کریما بوا : بیگم صاحبہ . مجھے بھی دو چار چھلّے دے دیں تو میرا کام بھی چلے . . . .

دادی اماں وہ بیچاری بہت بیمار تھی . . . . . اپنے پاس ہمدردی اور محبت کے سوا بچا ہی کیا ہے بوا . . . . . تم تو جانتی ہو وقت کیسے بدل گیا . کیا کبھی کوئی سوالی میرے گھر سے خالی لوٹا تھا . . . . کیوں شرمندہ کرتی ہو بوا . . . .

(کریما بوا اٹھ کر برقعہ پہنتے ہوئے) اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے بیگم صاحبہ آپ نے ہم سب کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا . . . . .
اچھا چلتی ہوں . . . مجھے بھی ووٹ ڈالنے جانا ہے . . . .

دادی اماں : تم کون سی پارٹی کو ووٹ دو گی . . . .

کریمًا بوا : اب کیا بتاؤں بیگم صاحبہ ۔۔۔۔ اب اپنی مرضی کا زمانہ تو رہا نہیں ... اب تو روپیہ پیسہ دے دے کے ووٹ ڈلوا لئے جاتے ہیں .... کانگریس پارٹی ہو یا کوئی بھی پارٹی ۔

دادی اماں : اے ہے بوا کیا تو بھی نوٹ لے کر ووٹ ڈالے گی .... خدا غارت کرے ایسے ایمان والوں کو جو اپنا ایمان بیچتے ہیں .... پانچ دس روپیوں کی خاطر غداری کرتے ہیں ... کیا تو بھی ....

کریمًا بوا : بیگم صاحبہ ... اگر ہم غریب خودداری اور ایمان لے کر بیٹھ جائیں تو بھوکے نہ مر جائیں گے ... پھر ہمیں کسی بھی پارٹی سے کیا ملنے والا ہے ... اسی لیے یہ پانچ دس روپیہ کسی کو برے لگتے ... اور اب وہ زمانہ تو رہا نہیں کہ انسان اپنی عزت اور وقار کے لیے جان کی بازی لگا دیتے تھے ۔ اب تو پیٹ کی آگ بجھانی ہے .... اچھا میں چلتی ہوں .... کل آؤں گی .... بہو بیگم سے حساب بھی کرنا ہے .... (کریمًا بوا چلی جاتی ہے)

(دادی اماں لیٹتے ہوئے) وقت کیا بدلا ۔ کمبختوں نے اپنا ایمان اور انسانیت کی بھی قیمت لگا دی ... نگوڑی کریمًا بوا کی کیا اوقات تھی ... آج کیا کیا بکے جا رہی تھی .... ہمارے سامنے اس کی زبان نہیں کھلتی تھی لیکن .... (دادی اماں سو جاتی ہیں)

(بہو بیگم کرتا سیتے ہوئے) مہرن کیا غفور چچا جمن میاں کے گھر سے واپس آ گئے

مہرن : جی بہو بیگم ۔ غفور چچا تو آ گئے تھے ... اور اب وہ لکڑی لینے

گئے ہیں . . . . .

بہو بیگم : کیا لکڑیاں ختم ہو گئیں تھیں . . . .

مہرن : جی . . . . شام کے لیے تو بالکل ہی نہیں تھی . . . . .

بہو بیگم : اور چھت پر جو سوکھ رہی تھی . وہ بھی اتار لیں تھیں . . . .

مہرن : جی بہو بیگم . اب غفور چچا آجائیں تو کھانا پکاؤں . . . .

بہو بیگم : کیوں کھانا تو کیوں بنائے گی . کیا آج قمرن نہیں آئی . . . .

مہرن : قمرن ووٹ ڈالنے گئی ہے کہہ گئی تھی میں نہ آسکوں گی . . . .

(بہو بیگم کپڑے رکھتے ہوئے) اچھا یاد دلایا تو نے ۔ مجھے بھی تو جانا ہے یہ کپڑے بھی لیتی جاؤں گی ۔تم امی جان کو کھانا کھلا دینا . . . اور اگر وہ مجھے پوچھیں تو بتا دینا کہ میں کپڑے دینے گئی ہوں . . .

مہرن : بہو بیگم آپ کھانا تو کھا لیجئے . . . . . رات کی ترکاری رکھی تھی میں نے روٹی پکا کر رکھ لی تھی . آپ کھا کر ہی جائیے گا پتہ نہیں آپ کو کتنی دیر لگ جائے . . . . .

بہو بیگم : اچھا میں باورچی خانے میں جا کر کھا لیتی ہوں . . . . . اور تم امی جان کے پاس جا کر بیٹھو . . . . اور وہاں للن آجائے تو اسے بھی کھانا کھلا دینا . . . . . .

(بہو بیگم چلی جاتی ہیں)

مہرن دادی اماں کے کمرے میں چلی جاتی ہے . . . دادی اماں کھانستے ہوئے اٹھ جاتی ہیں . اور اپنا بٹوا کھولتی ہیں . . . . .

دادی اماں : ذرا سپاری ہی پھانک لوں . . . اری مہرن تو کب سے یہاں بیٹھی ہے غفور لوٹا کہ نہیں . . . . میں نے اس سے کہا تھا جمن میاں

کے گھر سے تمبا کو لیتا آئے گا . . . . جمن میاں تو بس شطرنج کی بساط بچھائے بیٹھے ہوں گے . . . . اور غفور بیچارا کھڑے کھڑے جھک مار رہا ہوگا . . . . کب کا گیا ہے اور ابھی تک نہیں پلٹا . . .

مہرن : بیگم صاحبہ ۔ غفور چچا لکڑی لینے گئے ہیں . . . . ادھر ہی سے جمن میاں کے گھر بھی جائیں گے . . . . آج لکڑی ختم ہوگئی تھی . . . .

دادی اماں : ارے چھت پر سے اتروا لیتی . . . . کیوں غریب کو بھیجا . . . اب لکڑی لانا غفور کے بس کا نہیں ہے ۔ بیچارا کون کون سا کام کرتا پھرے . . . . کلوا کو دو چار پیسے دے دیتی وہ لا دیتا . . . .

مہرن : بیگم صاحبہ ۔ کلوا کی اماں نے اس کو درزی کی دکان پر بیٹھا دیا ہے ۔ کپڑوں میں کاج بٹن کرتا ہے اب وہ محلے والوں کا کوئی کام نہیں کرتا . . . . کل بہو بیگم نے کلوا کو بلوایا تھا کہ ترکاری منگوالیں . . . . تو اُس کی اماں لڑنے آگئی . . . . کہنے لگی . . . . بہو بیگم ہم نے اپنے بچوں کو نوکری پر بیٹھا دیا ہے میرے دونوں لڑکے کام سیکھنے جاتے ہیں ایک تو درزی کی دکان پر جاتا ہے اور دوسرا سائیکل کا کام سیکھ رہا ہے . . . ہم محلے بھر کی غلامی نہیں کرواتے . . . . پھر بہو بیگم نے کہا ۔ کلوا کی اماں ہم کام کرواتے ہیں تو دو چار پیسے بھی تو دیتے ہیں مفت کا کام تو کرواتے نہیں . . . . کلوا کی اماں بولی ۔ اے بہو بیگم غفور چچا سے منگوا لیا کیجیے آپ کے دو چار پیسے ہی بچ جائیں گے . . . . (دادی اماں مہرن کی باتیں غور سے سنتی ہیں)

دادی اماں : مہرن بہو بیگم سے کہہ دینا اب ان چھوٹے لوگوں کے منھ نہ لگیں . . . .
(مہرن جاتے ہوئے) بیگم صاحبہ میں کپڑے دھونے جا رہی ہوں ۔۔

(دادی اماں لیٹتے ہوئے، خود بخود بڑبڑاتی ہیں . . . .

خدا جانے جمن میاں وسیقہ لائے یا نہیں . . . ارے کمبخت کو ملنا ہی کیا ہے کل پچیس روپیہ . . . کیا قرضہ چکائے گا اور کیا کھائے گا . . . آج چار مہینے ہونے کو آئے . . . بہو بیگم سے دس روپیہ دلوادیا تھا میں نے . . . ابھی تک واپس کرنے کا نام نہیں لیا۔ بیچارے غفور میاں کی جوتیاں گھس گئیں اس کی چوکھٹ پر آتے جاتے . . .
(پھر اٹھ کر بیٹھتی ہیں)، بیچاری بہو بیگم کی محنت کی کمائی . . . . کرتا ٹوپی میں سوئی چبھوتے دو انگلیاں چھلنی ہوگئیں۔ جھاڑو پڑے یہ چکن اور کڑھائی کے کاموں پر . . . . نواب خاندان فقیر ہوگئے کوڑی کوڑی کو محتاج ہوگئے لیکن یہ چکن کے کرتے اور ساڑیاں بند نہ ہوئے . . . .

(مہرن اندر آتے ہوئے) بیگم صاحبہ کس سے باتیں کر رہی ہیں۔

دادی اماں : درو دیواروں سے کر رہی ہوں بیٹی . . . . اب کون سنتا ہے ہماری

(مہرن دھلے ہوئے کپڑوں کی بالٹی وہیں رکھ کر بیٹھ جاتی ہے)

مہرن : مجھے آپ کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ مجھ سے باتیں کیا کیجئے میں سنوں گی آپ کی باتیں . . . . ذرا یہ کپڑے سکھانے کو ڈال دوں . . . . نواب صاحب کے کرتے پیجامے میں کلف لگایا ہے . . . نواب صاحب کو کہیں دعوت میں جانا ہے۔ بہو بیگم مجھ سے کہہ کر گئیں تھیں اسی لیے میں نے دھولئے . . . . (دادی اماں مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے)

دادی اماں : ارے تو کیا میرے سر پر ڈالے گی . . . جا پڑوس میں گلابو کی چھت پر

ڈال دے۔ یہاں تو لوگوں کا آنا جانا لگا ہی رہتا ہے . . . ارے کچھ تو عزت کا خیال کر۔ نواب کا محل نہ ہوا دھوبی گھاٹ بن گیا . . . جب دیکھو کپڑے سکھانے چلی آتی ہے . . . .

(مہرن بالٹی لے کر گلابو کی چھت پر چلی جاتی ہے۔ دادی اماں مہرن کے لوٹنے کا انتظار کرتی ہیں۔ مہرن واپس آتی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ اب میں آپ سے باتیں کروں گی

دادی اماں : آ بیٹی میرے پاس بیٹھ . . . . (مہرن بیگم صاحبہ کے پاس بیٹھ جاتی ہے)

دادی اماں : کیا بہو بیگم ابھی تک نہیں آئی . . .

مہرن : ہاں بیگم صاحبہ . . . بہو بیگم بنسی سیٹھ کے یہاں گئیں تھیں کرتا اور ساڑیاں دینے . . . اور اُدھر ہی سے انھیں ووٹ ڈالنے بھی جانا تھا . . . .

دادی اماں : ارے آہستہ بول دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں . . . . بنسی سیٹھ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔ بہت بدنام ہے وہ . . . . ارے کام دیتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کے وہ شریف زادہ بن گیا . . . بہو بیٹیاں رات دن محنت کرتی ہیں تو چار پیسے ملتے ہیں۔ وہ ہم پر کوئی احسان تو نہیں کرتا . . . . شریف زادیاں گھروں میں بیٹھے بیٹھے کچے دھاگے اور سوئی پکڑے اپنے دیدے پھوڑا کرتیں ہیں۔ اور اب تو جوان لڑکیاں بھی محلے سے نکل کر دکانوں کے چکر کاٹا کرتیں ہیں اور کرم جلے دوکاندار ان کے حسن سے متاثر ہو کر کام پر کام دئے جاتے ہیں . . . . مجبوریاں جو نہ کرائے کم ہے۔ ہمارے زمانے میں عورتیں

بہو بیٹیاں گھر سے باہر نہیں نکلتیں تھیں لیکن اب تو عورتیں گھروں سے نہ نکلیں تو گھروں میں پچو لہا نہ جلے . . . . . مرد تو ہو گئے نکمے . . . اور آوارہ . . . . . انھیں کیا خبر بہو بیٹیاں کہاں کہاں جاتیں ہیں کیا کیا کر نیں ہیں . . . . . ہماری بہو بیگم بھی . . . . . (دادی اماں عینک اتار کر ڈوپٹے سے پوچھتی ہیں)

(مہرن دادی اماں کی باتیں غور سے سنتی رہتی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ۔ کیا میری ماں بھی چکن کا کام کرتی تھیں . . . .

دادی اماں : توبہ توبہ بیٹی . . . . تیری ماں کا زمانہ تو نوابوں کا زمانہ تھا اس وقت تو اس خاندان میں اور اس خاندان کے نوکر چاکر کسی کو کوئی کام کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی . . . . . سب کچھ تھا اس محل میں اور تیری ماں۔ بشیراً تو بس میری ہی خدمت میں رہتی تھی ۔ اسے کسی چیز کی کوئی کمی نہیں تھی۔ بڑے نواب صاحب بشیراً کا بہت خیال رکھتے تھے . . . . تو نے تو اپنی ماں کی شکل تک نہیں دیکھی۔ تیرے پیدا ہوتے ہی بیچاری اللہ کو پیاری ہو گئی . . . . بہت خوبصورت تھی تیری ماں . . . .

(مہرن دادی اماں کے پیر دباتی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ۔ آپ نے میری ابو جان کو بھی دیکھا ہو گا . . . .

(دادی اماں باتوں کا رخ بدلتے ہوئے)

دادی اماں : مہرن۔ کبھی تو ہم کو دادی اماں کہتی ہے کبھی بیگم صاحبہ کہتی ہے۔

مہرن : وہ تو میں چھوٹے نواب کا سن کر کبھی کبھی پیار سے دادی اماں بھی کہہ دیتی ہوں . . . . کیا میں دادی اماں نہیں کہہ سکتی . . . میری

تو ماں باپ دادی اور مالکن آپ ہی تو ہیں بیگم صاحبہ . . . .

(دادی اماں مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے)

دادی اماں : ہاں ہاں بیٹی تو سب کچھ کہہ سکتی ہے . . . . جا بیٹی مجھے بڑی زور کی بھوک لگی ہے۔ کچھ کھانے کو لادے . . . .

(دادی اماں بات کاٹتے ہوئے)

مہرن : دادی اماں آپ نے مجھے میرے ابو جان کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا

دادی اماں : اچھا اچھا جا پہلے کھانا لے آ پھر بتاؤں گی . . . .

(مہرن چلی جاتی ہے)

(دادی اماں خود بخود بڑبڑاتی ہیں) اب اس بیچاری کو کیا خبر کہ اس کا باپ کون ہے . . . . ماں کا نام تو اکثر ہم لوگوں سے سُنا کرتی ہے . . . . لیکن اللہ جانے یہ باپ کو آج کیوں پوچھ بیٹھی . . . کریما بوا نے ضرور چغلی کی ہوگی۔ آنے دو پوچھتی ہوں حرامزادی سے . .

(مہرن کھانا لے کر اندر آتی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ کھانا لائی ہوں۔ آپ کے لیے مونگ کی دال اور پالک کا ساگ پکایا ہے . . . (دادی اماں کھانے کی سینی کو سامنے رکھتے ہوئے)

دادی اماں : اب تقدیر میں مونگ کی دال روٹی ہی لکھی ہے خدا تو تو مرغا بریانی کیسے کھلائے گی . . . . تقدیر کا لکھا ٹوٹل نہیں سکتا بیٹی . . . .

(دادی اماں جلدی جلدی کھانا کھاتی ہیں۔ مہرن صراحی سے پانی انڈیل کر رکھتی رہیں)

" دروازے پر دستک ہوتی ہے "

اس زمانے میں طوائفوں کا بازار ہوا کرتا تھا۔ لیکن آج وہاں چکن کا کام ہوتا ہے کرتا ٹوپی اور ساڑیاں بنتی ہیں کچھ بوڑھی طوائفیں بھی رہتی ہیں۔ جو سویرا ہوتے ہی نقاب پہن کر بڑے بڑے گھروں میں جھاڑو برتن کا کام کرنے نکل پڑتی ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان میں کتنی نواب زادیاں ہیں اور کتنی طوائفیں....

دادی اماں ۔ نواب خاندان کی بڑی بہو تھیں ۔ انھوں نے زمانے کو ہزاروں رنگ بدلتے دیکھا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ آن بان کسی طرح قائم رکھنا چاہتی ہیں ۔ اور ایک ایسے راز کو چھپانا چاہتی ہیں جو حقیقت تھی.... لیکن وہ اسے ماننے سے انکار کرتی رہیں .... لیکن وقت نے اور زندگی نے انھیں ایسے موڑ پر کھڑا کر دیا جہاں انھیں اپنی شکست ماننی ہی پڑی .....

جب سب کچھ ختم ہو چکا تھا موت سامنے کھڑی تھی۔ اس وقت دادی اماں کے پاس کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ بس ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی تھی جو انھیں قبر تک ساتھ لے گئی .....

وہ راز کیا تھا.... یہ جاننے کے لیے ڈراما پڑھنا ضروری ہے حالات کے ساتھ ساتھ میں نے بھی سمجھوتہ کیا ہے۔

عائشہ احمد

(دادی اماں دروازے کی طرف دیکھتی ہیں)

دادی اماں: دیکھ تو مہرن شاید غفور ہوگا۔۔۔۔

(مہرن دروازہ کھولتی ہے)

(غفور اندر آتے ہوئے بیگم صاحبہ کی طرف دیکھتے ہیں)

غفور: بیگم صاحبہ۔ مجھے آنے میں ذرا دیر ہوگئی۔ لکڑی لینے کے بعد میں جمن میاں کے گھر گیا تھا۔ آپ تو جانتی ہیں بیگم صاحبہ۔۔۔ جمن میاں پچھلی والے نواب کے ساتھ شطرنج بچھائے بیٹھے تھے۔۔۔

(غفور چٹائی پر بیٹھتے ہوئے) مجھے دیکھتے ہی پچھلی والے نواب بولے۔ آؤ غفور میاں۔۔۔ کیا کوئی فریاد لے کر آئے ہو حویلی سے۔۔۔۔ بس بیگم صاحبہ۔ مجھے غصہ آگیا پھر میں نے بھی خوب سنائی۔۔۔ میں نے بھی کہہ دیا۔ نواب صاحب ہم حویلی والوں کی فریادیں لے کر نہیں آتا جاتا۔ میں تو اپنا روپیہ لینے آیا تھا۔۔۔۔ آج چار مہینے ہوگئے۔ جمن میاں میری بیگم صاحبہ سے روپیہ ادھار لے کر آئے تھے اور آج تک واپس کرنے کو سوچا ہی نہیں تھا۔۔۔ اسی لیے مجھے بار بار ان کی چوکھٹ پر آنا پڑتا ہے ورنہ مجھے کیا پڑی ہے جو ادھر آؤں جاؤں۔۔۔ جمن میاں بولے۔۔۔۔

جمن میاں: کیا بات ہے غفور میاں۔ آج پیسوں کی زیادہ ضرورت معلوم ہوتی ہے۔۔۔ بیگم صاحبہ سے کہہ دیجئے گا۔۔۔۔ میں جلد ہی روپیہ واپس کر دوں گا۔ اس طرح آپ کو بھیج کر مجھے ذلیل نہ کروایا کریں۔۔۔۔

(غفور بیگم صاحبہ کی طرف دیکھتے ہوئے) بیگم صاحبہ پھر میں خاموش ہوگیا۔۔۔ پچھلی والے نواب کے تیور ہی بدلے ہوئے

تھے۔ رسی جل گئی مگر اینٹھ نہیں گئی۔۔۔۔ میں توآپ کی وجہ سے لحاظ
کر گیا ورنہ خوب خوب سناتا۔۔۔۔
(دادی اماں کھانا کھا کر لیٹتے ہوئے)

دادی اماں: سب باتیں اللہ پر چھوڑ دے غفور۔۔۔۔ کس کس کو جواب دیتا پھرے گا
۔۔۔۔ صبر کر۔۔۔ اب مجھے نیند آرہی ہے میں تھوڑی دیر سو لیتی ہوں۔
تو بھی جاکر آرام کر لے۔ رات دن جٹا رہتا ہے۔ بیلوں کی طرح۔۔۔۔
(غفور میاں اٹھ کر جاتے ہوئے) بیگم صاحبہ میں نے بڑے نواب
صاحب سے بھی کہہ دیا تھا وہ آتے ہی ہوں گے۔۔۔۔
(دادی اماں کروٹ لیتے ہوئے) ارے تو اچھن مرزا کو بڑے نواب
صاحب کب سے کہنے لگا۔ تیرے ہاتھوں کا پالا پوسا اور تو نے اُسے نواب
صاحب بنا دیا۔۔۔۔ ارے غفور۔ اب قسمت نے ہمیں نواب نہ رکھا
تو بندہ کیوں کہے۔ اب تو اچھن مرزا کہہ کر بلایا کر۔۔۔۔ میرے بعد تو ہی
تو اس گھر کا رکھوالا ہوگا۔۔۔۔ اچھن مرزا کو تو گھر آنے کی فرصت نہیں
ملتی۔۔۔۔ للن ابھی چھوٹا ہے۔۔۔۔۔۔

غفور: ایسا کیوں سوچتی ہیں بیگم صاحبہ۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے۔۔۔ آپ تو
اس گھر اور اس خاندان کی رونق ہیں۔۔۔
(دادی اماں خاموش ہو جاتی ہیں ہیں غفور جھک کر دیکھتے ہوئے)
سو گئیں بیگم صاحبہ
غفور باہر چلے جاتے ہیں
"مہرن وہیں چٹائی پر لیٹ کر سو جاتی ہے"۔۔۔۔۔
دروازے پر دستک ہوتی ہے غفور چچا دروازہ کھولتے

ہیں، ایک نوجوان لڑکا کھڑا ہے۔

غفور : آپ کو کس سے ملنا ہے.... آپ کا نام.... پہلے تو آپ کو کبھی دیکھا نہیں

اجنبی : میرا نام قاسم ہے.... میں اچھن مرزا صاحب سے ملنا چاہتا ہوں....

غفور : اچھن مرزا تو گھر پر نہیں ہیں.... آپ اپنا پیغام بتا دیجئے میں ان تک پہنچا دوں گا....

اجنبی : میں چوک سے آیا ہوں.... چمپا بائی نے نواب اچھن مرزا کو بلایا ہے۔

(غفور تیور بدلتے ہوئے) قاسم صاحب یہ گھر ہے کوئی رنڈی کا کوٹھا نہیں جو سر اٹھایا اور چلے آئے.... آپ جا سکتے ہیں... آج تک کسی رنڈی کے گھر سے کوئی بلاوا نہیں آیا.... آئندہ یہاں مت آئیے گا۔

قاسم : آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں میں کوئی اپنی مرضی سے تو آیا نہیں تھا مجھ سے چمپا بائی نے کہا کہ میں نواب صاحب کو بلا لاؤں تو میں چلا آیا..... آج ایک ہفتہ سے نواب صاحب چمپا بائی کے کوٹھے پر نہیں آئے اسی لیے چمپا بائی نے بلوایا تھا...... میں طبلا بجاتا ہوں لیکن جب سے نواب صاحب نے چمپا بائی کے کوٹھے پر آنا چھوڑا میری تو روزی روٹی بند ہو گئی.... گانا بجانا سب بند ہو گیا ہے۔

(غفور حیرت سے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے)

غفور : کیا اچھن میاں ایک ہفتہ سے چمپا بائی کے کوٹھے پر نہیں گئے...

تو پھر وہ . . . . . (غفور سوچتے ہیں)

قاسم : میں چلتا ہوں . . . نواب صاحب سے میرا پیغام کہہ دیجئے گا . . . .

غفور : ضرور کہہ دوں گا . . . . دروازہ بند کرتے ہوئے . . . . . اچھن میاں ایک ہفتہ سے کہاں . . . . آج بہو بیگم کو بتاؤں گا . . . . کیا بات ہوئی بھلا . . . .

(غفور باہر دالان میں چارپائی پر لیٹتے ہوئے)

کل اچھن میاں رات کے ایک بجے گھر آئے تھے . . . . آج کل بہو بیگم سے بھی کچھ ان بن معلوم ہوتی ہے . . . . کھانا پانی بھی اچھن میاں میرے ہاتھ سے کھاتے ہیں یا پھر مہرن لگاتی ہے . . . . اور کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں اچھن میاں باہر کے کمرے میں سوتے بھی ہیں . . . . .

(غفور کروٹ بدلتے ہوئے) آج سمجھاؤں گا اچھن میاں کو . . . . .

(غفور سوجاتے ہیں)

(بہو بیگم باہر آتے ہوئے)

ارے غفور چچا یہاں سوئے ہوئے ہیں اور میں کب سے انتظار کر رہی تھی کہ غفور چچا آجائیں تو میں نواب صاحب کو بلواؤں . . . .

غفور چچا اٹھیے . . . . اٹھاتے ہوئے . . . .

غفور میاں جلدی سے اٹھ کر بہو بیگم کو دیکھتے ہیں . . . .

غفور : کیا بات ہے بہو بیگم خیریت تو ہے آپ کچھ پریشان ہیں . . . .

بہو بیگم : ہاں غفور چچا . . . . پریشان تو ہوں لیکن کس کو بتاؤں اپنی پریشانیاں ایک آپ ہی ہیں جن سے اپنے دل کی بات کہہ لیتی ہوں۔ امی جان کو تو آپ جانتے ہی ہیں وہ تو بات بات پر خفا ہو جاتیں ہیں ۔

حالات نے انھیں چڑچڑا بنا دیا . . . . . للن ابھی نا سمجھ ہے زمانے کے اتار چڑھاؤ سے پوری طرح واقف نہیں ۔ اور پھر میں نے اسے نوابوں کی عیاشی سے بہت دور رکھا ہے . . . . . اب اس سے اس کے ابو جان کے بارے میں کچھ کہنا سنا اچھا نہیں لگتا . . . . . بچپن سے میں نے اس کی پرورش اس طرح کی ہے جس میں نواب خاندان کی کوئی بھی عادت شامل نہیں ہے ۔ ایک تو حالات بدل چکے تھے وہ زمانہ ہی نہیں رہا تھا . . . . . محنت اور غریبی سے اسے پالا پوسا ہے بری صحبت سے بچایا ہے . . . . . اللہ سے یہی دعا کرتی ہوں اسے ملازمت مل جائے تو میں بھی گھر بیٹھوں . . . . . . (بہو بیگم وہیں دوسری چارپائی پر بیٹھ جاتی ہیں ۔)

(غفور بہو بیگم کی باتیں غور سے سنتے ہیں)

غفور : بہو بیگم آپ فکر کیوں کرتیں ہیں اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا للن میاں کو ملازمت بھی مل جائے گی . . . .

بہو بیگم : غفور چچا . . . آپ سے کون سی بات چھپی ہے بھلا . . . آپ ہمارے بزرگ ہیں اس لیے آپ کو بتانا اپنا فرض سمجھتی ہوں . . .

غفور : کیا بات ہے بہو بیگم . . . . صاف صاف بتائیے . . . .

بہو بیگم : غفور چچا ۔ کل میں کپڑے لے کر چوک سے گزر رہی تھی . . . . وہیں پر مجھے ایک لڑکا ملا اور بولا ۔ اے برقعہ والی بیگم . . . . آپ کے نواب صاحب خیریت سے تو ہیں ۔ کیا بات ہے ۔ نواب صاحب نے چمپا بائی کا کوٹھا کیوں چھوڑ دیا . . . . بیچاری چمپا بائی نواب صاحب کے دیدار کو ترس رہی ہے . . . . میں خاموش کھڑی اس

لڑکے کی باتیں سنتی رہی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کئی لوگوں کی نظریں جیسے مجھ پر ہی جم کر رہ گئیں ہوں۔ میں گھبرا گئی اور تیز تیز قدم بڑھاتی واپس آگئی . . . . . .

غفور : بہو بیگم . . . . نوابوں کی شان و شوکت میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ اپنا زیادہ وقت رنڈی کے کوٹھوں پر گزاریں . . . اور ناچ گانوں سے دل بہلائیں آپ بھی اس بات سے خوب واقف ہیں . . . یہ کوئی نئی بات نہیں . . . لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا . . . اب تو لوگ رنڈیوں کے کوٹھوں پر جانا معیوب بات سمجھتے ہیں . . . کیونکہ اب نوابوں کی شان و شوکت نہیں رہی حالانکہ اچھن میاں بھی خوب سمجھتے ہیں کہ اب ان کی عزت کوٹھوں پر نہیں بلکہ بازاروں میں نیلام ہو رہی ہے۔ گستاخی معاف ہو بہو بیگم۔ تو کچھ عرض کروں . . . .

(بہو بیگم غفور چچا کو غور سے دیکھتے ہوئے)

بہو بیگم : غفور چچا کیا آپ سے بھی کسی نے نواب صاحب کے متعلق کچھ کہا ہے۔

غفور : جی بہو بیگم۔ میں جب بھی چوک سے گزرتا ہوں لالا کی دکان جاتا ہوں لوگ طرح طرح کی آوازیں اٹھاتے ہیں . . . . ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے میں لالا کی دکان سے لوٹ رہا تھا . . . . راستے میں عبدل پان والے کی دکان پڑتی ہے۔ اس کی دکان پر کئی لوگ کھڑے تھے مجھے دیکھتے ہی نواب اچھن میاں کے بارے میں نہ جانے کیا کیا کہنے لگے اور مجھے بھی بہت برا بھلا کہا . . . . . میں ندامت کے گھونٹ پی کر رہ . . . . . (غفور چچا بہو بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے۔)

غفور : اب بھلائی اور عزت اسی بات میں ہے کہ ہم سُنی ان سُنی کر دیں اور کانوں پر تالے ڈال لیں . . .

بہو بیگم : آپ ٹھیک کہتے ہیں غفور چچا . . . . بس آپ نواب صاحب کو سمجھا دیجئے میری تو وہ سنتے ہی نہیں ہیں . . .

غفور : آپ فکر مت کیجئے بہو بیگم ۔ میں نواب صاحب کو سمجھاؤں گا کہ اب وہ اس راستے سے نہ گزریں . . . .

(اچھا غفور چچا میں امی جان کے پاس جا رہی ہوں ۔ بہو بیگم چلی جاتی ہیں)

(للن آتے ہوئے) غفور چچا امی جان کہاں ہیں . . . . اور مہرن بھی دکھائی نہیں دی . . .

غفور : آیئے للن بیٹا . . . . آپ سویرے سے کہاں تشریف لے گئے تھے ۔ بہو بیگم آپ کا انتظار کر رہی تھیں ۔ . . . ابھی ابھی وہ بیگم صاحبہ کے کمرے میں گئیں ہیں ۔ اور مہرن بھی وہیں سو رہی تھی . . . .

(للن تولیہ لے کر غسل خانہ کی طرف جاتے ہوئے)

للّن : غفور چچا ۔ آپ تو جانتے ہیں الکشن کا زمانہ ہے . . . . دوستوں کے ساتھ میں بھی تھوڑا کام اور تفریح کر لیتا ۔ ابھی میں نہا کر آتا ہوں پھر کھانا کھاؤں گا آپ مہرن سے کہیے کھانا گرم کر دے . . . .

(للن نہانے چلا جاتا ہے)

غفور دادی اماں کے کمرے میں چلے جاتے ہیں . . . .

غفور : مہرن بیٹی للن میاں آ گئے ہیں کھانا گرم کر دو . . . . مہرن مسکرا کر ۔ اچھا غفور چچا ۔ ابھی جاتی ہوں (مہرن جلدی سے اٹھ کر باہر چلی جاتی ہے)

للن نہا کر اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے اور تیار ہو کر بالوں کو تولیہ سے سکھا رہا ہے ... مہرن للن کے کمرے میں جاتی ہے ...

مہرن : کھانا لگا دیا ہے ...... للن کو دیکھ کر مسکراتی ہے ....

(للن مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے)

للن : مہرن کیا بات ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے .... تمہارا چہرا... تم تو بیمار لگ رہی ہو ..... (للن مہرن کا ہاتھ تھامتے ہوئے) ... بخار ہے کیا .... نہیں تو ... ہاتھ چھوڑتے ہوئے ....

(مہرن مسکراتی ہوئی)

مہرن : بیمار تو ہوں چھوٹے نواب لیکن بخار نہیں ہے .... آپ مجھے دوا ہی نہیں دیتے تو اچھی کیسے رہوں گی ..... ویسے اس وقت تو میں بیگم صاحب کے پاس سو رہی تھی اور جب عفور چچا نے مجھے اٹھایا اور کہا کہ للن کو کھانا دینا ہے تو میں اٹھ کر فوراً چلی آئی اور کھانا گرم کر دیا منھ ہاتھ بھی نہیں دھویا اسی لئے چہرا بیمار سا لگ رہا ہوگا ....

للن باہر جانے لگتا ہے۔ چلو کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔

مہرن : ارے آپ نے میری باتوں کا جواب نہیں دیا اور یوں ہی ....

(للن مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے)

للن : مہرن تم بہت پاگل لڑکی ہو ..... کتنی بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ لیکن تم ہو کہ سوتے جاگتے بس میرا ہی خواب دیکھا کرتی ہو میں تم سے صاف صاف کہہ چکا ہوں کہ مجھے بھول جاؤ ... لیکن تم ...

(للن باہر چلا جاتا ہے)

اور کھانے کی میز پر بیٹھ جاتا ہے .... مہرن پیار محبت سے

للن کو کھانا کھلاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

بہو بیگم باہر آتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ للن کو کھانا کھاتے دیکھ کر، ۔ ۔

بہو بیگم : بیٹا آج اتنی دیر کہاں کر دی ۔ ۔ ۔ ۔ کب سے میں تمہارا انتظار کر رہی تھی

للن : امی جان آج مجھے دیر ہو گئی ۔ ۔ ۔ ۔ الکشن کے کاموں میں دوستوں کا ہاتھ بٹوا دیتا ہوں۔ میں نے بھی کچھ پرچے لکھوا دے تھے ۔ ۔ ۔ ۔

(للن جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے)

للن : یہ لیجئے امی جان آج مجھے سو روپیہ ملا تھا ۔ ۔ ۔ ۔

(بہو بیگم للن کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے)

بہو بیگم : اسے رکھ لو بیٹا تمہیں بھی پیسوں کی ضرورت رہتی ہے ۔ میں خود تو تم کو کچھ نہیں دے سکتی ہوں۔ بس خدا جلدی سے تم کو ملازمت دلوا دے پھر میں کوئی کام نہیں کروں گی۔ اور تم مجھے اپنی تنخواہ سے جو بھی دو گے میں خوشی سے لوں گی ۔

(للن اٹھ کر امی جان کو چمٹا لیتا ہے)

للن : ارے امی جان آپ کیسی باتیں کرتی ہیں ۔ جب مجھے ملازمت مل جائے جائے گی اور میں تنخواہ لاؤں گا تو کیا اسے اپنے پاس رکھوں گا۔ وہ سب روپیہ آپ ہی رکھیں گی میں تو اپنے خرچ کے لیے آپ سے دس بیس مانگ لیا کروں گا۔ ۔ ۔ ۔ بس امی جان آپ میرے لیے دعا کیجئے کہ مجھے ملازمت مل جائے ۔

بہو بیگم : روز نماز میں تمہارے لیے دعائیں مانگتی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ ہماری کب سنے گا اللہ جانے ۔ ۔ ۔ ۔

للن : امی جان آپ پریشان کیوں ہوتیں ہیں ۔ ۔ ۔ میری ملازمت لگتے ہی

سارے دکھ دور ہو جائیں گے ۔

بہو بیگم : بیٹا تم اتنا کہہ کر میرے من سے ایک بوجھ ہلکا کر دیتے ہو ۔ ۔ ۔ اور ایک تمہارے ابو جان ہیں کہ جس نے آج تک مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں کیا کرتی ہوں کہاں سے جا جاکر کام لاتی ہوں اور کس طرح اس گھر کی دال روٹی چلاتی ہوں ایک غفور چچا ہیں جو میرے دکھ درد میں شریک ہیں اور ایک تم ہو بیٹا جو میرا خیال تو رکھتے ہو ۔ ۔ ۔

(اچھن مرزا اندر آتے ہوئے) بیگم مجھے پانی پلاؤ ۔ ۔ ۔ ۔

بہو بیگم : آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ۔ ۔ ۔ (مہرن پانی لینے چلی جاتی ہے)

(مہرن پانی لے کر آتی ہے)

مہرن : یہ لیجئے سرکار ۔ ۔ ۔ ۔

(اچھن مرزا وہیں پلنگ پر بیٹھ جاتے ہیں)

للن : کیا بات ہے ابو جان ۔ آپ کچھ پریشان ہیں ۔ طبیعت تو ٹھیک ہے ۔ آپ لیٹ جائیے ۔ ۔ ۔

(اچھن مرزا پانی پی کر لیٹ جاتے ہیں بہو بیگم اچھن مرزا کے پائیتانے بیٹھ جاتیں ہیں ۔)

للن : امی جان میں حکیم چچا کو بلا کر لاتا ہوں ۔ ۔ ۔

اچھن مرزا : نہیں نہیں ۔ میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے تم لوگ پریشان مت ہو حکیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ ۔ ۔ بس ذرا سانس میں تکلیف ہو جاتی ہے ۔ ۔ ۔ میں اپنی دوا کھا لیتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔

(اچھن مرزا اپنے کرتے کی جیب سے ایک بٹوا نکال کر دو گولیاں کھا لیتے ہیں)

کردار

دادی اماں	مالکن
اچھن مرزا	بیٹا۔ دادی اماں کا
بہو بیگم	اچھن مرزا کی دلہن
للّن	اچھن مرزا کا بیٹا
مہرن	ملازمہ کی بیٹی
مچھلی والے نواب	قرض دار
غفور میاں	پرانہ ملازم
کریمًا بُوا	محلے بھر کی خبر لانے والی
چمپا بائی	طوائف
عبدُل	پان والا
جانی میاں	بگڑے نواب
ارشد میاں	للّن کا دوست
جمن میاں	بگڑے نواب
لالارام	پھوسو لالا کا لڑکا
بہت سے فرضی	
	مقام لکھنؤ

بہو بیگم : للن بیٹا تم پریشان مت ہو ابو جان کے اکثر یہ تکلیف ہو جاتی ہے اور اسی دوا سے انھیں آرام ملتا ہے . . . .

للن : ابو جان کو آرام کرنا چاہیے اور ابو جان آرام بالکل نہیں کرتے . . .

اچھن مرزا : میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ تم فکر مت کرو۔ میں آرام کرتا ہوں۔ ابھی میں جمن میاں کے یہاں سے آرہا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ وہیں لیٹا تھا جمن بھی میرے ساتھ آرام ہی کر رہے تھے۔

بہو بیگم : اپنا گھر تو ہے نہیں۔ دوسروں کے گھر آرام ملتا ہے تو گھر آنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی . . . .

اچھن مرزا : بیگم آپ تو ناراض ہو جاتیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اب گھر میں اپنا کوئی ساتھی نہیں ملتا۔ ۔ ۔ جمن میاں کے یہاں یا پھر پچھلی والے نواب کے یہاں شطرنج اور تاش کھیلنے میں وقت گزر جاتا ہے۔

(بہو بیگم للن اور دھرن کی طرف دیکھتے ہوئے)

بہو بیگم : للن بیٹا تم جا کر آرام کر لو۔ اور دادی اماں جاگ جائیں تو ان سے باتیں کر لینا۔ وہ ہر وقت تم کو یاد کرتیں ہیں اور سب سے بس تمہارا ہی ذکر کرتیں رہتیں ہیں۔

للن : اچھا امی جان میں ایک گھنٹے بعد دادی اماں کے پاس جا کر بیٹھوں گا۔

(للن اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے)

بہو بیگم : دھرن تم امی جان کے کپڑے نکال کر انھیں کپڑے بدلوا دو . . . .

دھرن : اچھا بہو بیگم میں ابھی بیگم صاحبہ کو کپڑے بدلواتی ہوں۔ ۔ ۔ ۔ (دھرن چلی جاتی ہے)

اچھن مرزا : بیگم آپ مجھ سے بہت خفا رہتیں ہیں . . .

(بہو بیگم اچھن مرزا کے پاؤں دباتے ہوئے)

بہو بیگم : میں کون ہوں جو خفا ہو جاؤں گی . . . .

(اچھن مرزا بیگم کا ہاتھ پکڑ کر ہٹاتے ہوئے)

اچھن مرزا : اے ارے بیگم آپ میرے پاؤں مت دبائیے . . . یہ کام آپ کا نہیں ہے . . . .

بہو بیگم : نواب صاحب . اب تو بہت سے کام میں ایسے کرتی ہوں جو میرے نہیں تھے لیکن مجھے کرنا ہی پڑتا ہے . . . .

اچھن مرزا : بیگم آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں . . . . میں نے آپ کو بہت تکلیفیں دی ہیں ۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا . . . . آپ تو جانتی ہیں کہ اب ہمارا وقت بہت خراب ہو چکا ہے اب ہم نواب نہیں رہے . . . .

بہو بیگم : نواب صاحب گستاخی معاف ہو تو . . . عرض کروں . . .

اچھن مرزا : ہاں ہاں ضرور . . . . لیکن میری عزت کا خیال رکھتے ہوئے . . . . کیونکہ ہم گھر سے باہر تو کافی ذلیل و خوار ہو چکے ہیں . . .

بہو بیگم : جی ہاں باہر کی خبر تو مجھے مل ہی چکی ہے ۔ میں تو اپنی بات کہنا چاہتی تھی ۔ آپ نواب اچھن مرزا نہیں رہے لیکن ابھی ہمارے میاں بیوی کے رشتے تو سلامت ہیں . . . . اور اس خدا کے بنائے رشتے میں تو کوئی فرق نہیں آنا چاہیے . . . . کیا آپ ہم سے بھی بیزار ہو چکے ہیں ۔ میں نے تو آپ سے کبھی کوئی شکایت نہیں کی . . . . اور حالات سے سمجھوتہ ہی کرتی چلی آئی . آج کتنے عرصے بعد آپ سے اس طرح ملنے کا اور باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ آپ نے تو

راتوں کو بھی گھر آنا چھوڑ دیا تھا . . . . لیکن میں نے آج تک یہ بات امی جان کو بھی نہیں بتائی تھی . . .

(بہو بیگم کی آنکھیں آنسوں سے بھر آتی ہیں۔)

اچھن مرزا : ارے بیگم آپ کی آنکھوں میں آنسو . . . . روئیے مت . . . . میرا نشہ اتر چکا ہے۔ اور اب زندگی کی بچی ہوئی راتیں اور دن آپ ہی کے ساتھ گزریں گے . . .

(بہو بیگم کے چہرے پر خوشی چمک اٹھتی ہے۔ آنسو پوچھتے ہوئے)

بہو بیگم : کیا چمپا بائی . . . .

(اچھن مرزا بہو بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے)

اچھن مرزا : بیگم . . . آپ کی زبان پر اس کا نام اچھا نہیں لگتا . . . . آئندہ آپ اس بات کا لحاظ رکھیے گا . . . . . آپ میری بیگم ہیں اور میری زندگی ہیں . . . . اور وہ میرا نشہ تھا . . . .

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

اچھن مرزا : بیگم میں دیکھتا ہوں کون ہے .

(اچھن مرزا باہر چلے جاتے ہیں)

دروازہ کھولتے ہوئے۔ ارے نواب صاحب آپ اس وقت۔ میں ابھی بیگم سے اجازت لے کر آتا ہوں . . . .

بیگم پچھلی والے نواب آئے ہیں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ان کے ساتھ شطرنج کھیل لوں . . . اور وعدہ کرتا ہوں کہ آج رات آپ کے پاس رہوں گا . . . .

(بہو بیگم مسکراتے ہوئے) میں ساری رات انتظار کروں گی۔

اچھن مرزا : کیسی باتیں کرتیں ہیں بیگم ۔ آپ کے سر کی قسم میں بارہ بجے سے پہلے ہی آجاؤں گا . . . . .

بہو بیگم : لیکن اپنا خیال رکھیے گا . . . . خدا حافظ ۔ (اچھن مرزا مچھلی والے نواب کے ساتھ چلے جاتے ہیں)

(مہرن دادی اماں کے کپڑے بدلتی ہے)

دادی اماں : مہرن للن آیا یا نہیں ۔ شام ہونے کو آ گئی اور اس نے کھانا بھی نہ کھایا ہوگا ۔ بیٹی تو للن کا خیال رکھا کر ۔ بہو بیگم کو تو اپنے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملتی . . . اس بیچارے کا نصیب ہی ایسا ہے کھانا پینا بھی وقت پر نہیں ملتا ۔ ہم نے اپنے بچوں کو کس طرح پالا پوسا تھا . . . وہ وقت ہی بہت اچھا تھا کیا کمی تھی . . . . . اس عمر میں تو عباس اور اچھن مرزا میوے گھی دودھ ملائی کھاتے تھے . . . . اور للن بیچارے کو وقت سے دال روٹی بھی نہیں ملتی ۔

(مہرن دادی اماں کو کرتا پہناتے ہوئے)

مہرن : آپ فکر مت کیجیے بیگم صاحبہ ۔ میں چھوٹے نواب کا بہت خیال رکھتی ہوں ۔ لیکن وہ ہمیشہ مجھ سے ناراض رہتے ہیں ۔ اور مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں ۔

(دادی اماں مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے)

دادی اماں : نہیں نہیں بیٹی وہ بہت اچھا لڑکا ہے . . . . سب سے پیار کرتا ہے ۔ پھر تیرے ساتھ تو بچپن سے کھیلا کودا ہے تجھ سے بھلا ناراض کیوں ہوگا . . .

مہرن : لیکن بیگم صاحبہ وہ تو مجھ سے بہت نفرت کرتے ہیں اور مجھ سے بات

کرنا بھی پسند نہیں کرتے . . .

(دادی اماں مہرن کو گھور کر دیکھتیں ہیں۔)

دادی اماں : اچھا اچھا میں اسے سمجھا دوں گی . . . . جا دیکھ تو اچھن مرزا آیا یا نہیں اسے تو گھر آنے کی فرصت ہی نہیں ملتی . . . .

(مہرن مسکراتی ہوئی چلی جاتی ہے)

(دادی اماں لیٹتے ہوئے خود بخود بڑبڑاتی ہیں) کیا سکھیا جمادارن کی بات ٹھیک ہے۔ اس دن کیا کیا بتا رہی تھی مجھ سے . . . . .
کہہ رہی تھی کون نہیں جانتا کہ مہرن نواب خاندان کی اولاد نہیں ہے نواب زادی تو بنے گی . . . للن میاں سے دل لگا بیٹھی ہے . . . .
کتنی دفعہ تو للن میاں کے کمرے میں آتے جاتے دیکھا ہے کہہ رہی تھی دادی اماں للن میاں کی شادی کہیں اچھے خاندان میں کر دو. نہیں تو بشیرًا کی طرح مہرن بھی للن میاں کو اپنے جال میں پھنسائے گی . . . .

(دادی اماں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کھانستی ہیں)

نہیں نہیں مہرن تو حرامی اولاد ہے. عباس نے بشیرًا سے نکاح تو نہیں کیا تھا۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ بشیرًا عباس کی رکھیل تھی. اللہ توبہ توبہ . . . . اللہ مجھے معاف کرنا۔ میں نے بھی اسے پالا پوسا . . . .
میں کیا کرتی . . . . بشیرًا مرتے وقت مجھے یہ ذمہ داری سونپ کر مری تھی . . . . لیکن میں للن میاں سے مہرن کی شادی نہیں . . . نہیں ایسا نہیں ہوگا . . . . . آنے دو مہرن کی بچی کو آج ہی بتاتی ہوں.
عشق لڑانے کو اور کوئی نہیں ملا تھا. مہرن او مہرن ارے کہاں مر گئی . . . . کھانستے ہوئے . . . .

(مہرن دوڑتی ہوئی آتی ہے) جی بیگم صاحبہ میں آپ کے لیے تمباکو چونا لا رہی تھی۔ ابھی ابھی تو غفور، چچا لے کر آئے ہیں . . . .

تمباکو چونے کا نام سنتے ہی دادی اماں کا غصہ اتر جاتا ہے اور وہ مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے . . . . . .

دادی اماں : لا بیٹی مجھے پانی پلا دے آج کھانسی بہت آ رہی ہے۔ اور مجھے تمباکو چونا بھی دیدے . . . .

مہرن دادی اماں کی طرف چھوٹا سا ڈبا بڑھاتی ہے دادی اماں کانپتے ہاتھوں سے ڈبا لیتے ہوئے . . . .

دادی اماں : لا بیٹی غفور بیچارا مرتا کھپتا لے ہی آیا۔ بہت خیال رکھتا ہے ہمارا . . . .

(مہرن دادی اماں کو پانی کا گلاس دیتی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ۔ میں چھوٹے نواب کا بستر لگانے جا رہی ہوں . . .

رہنے دے وہ خود لگا لے گا . . . . تو اس کے کمرے میں بار بار کیوں آتی جاتی ہے۔ تجھے تو جتنا کام کہا جائے اتنا ہی کیا کر . . . .

(مہرن بیگم صاحبہ کی طرف غور سے دیکھتی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ۔ ابھی تو آپ نے حکم دیا تھا کہ میں چھوٹے نواب کا ہر طرح کا خیال رکھا کروں۔ اور اب آپ منع کر رہی ہیں . . . .

دادی اماں : ارے تو مجھ سے زبان چلاتی ہے . . . جا اپنا کام کر۔ اور سن للن کے کمرے میں مت جا۔ بہو بیگم اس کا بستر لگا دیں گی۔ آج میں بہو بیگم سے کہہ دوں گی للن کا خیال رکھے ہر کام مہرن پر ہی کیوں چھوڑ دیتی ہیں

(مہرن اداس ہو کر باہر چلی جاتی ہے)

دادی اماں تمباکو کھا کر لیٹ جاتی ہیں اور اپنے ڈوپٹہ سے چہرا

بند کر لیتی ہیں۔ ماحول پر سناٹا چھا جاتا ہے . . . . .

مہرن للن کے کمرے میں بیٹھی ریڈیو سن رہی ہے۔ بہو بیگم پڑوس میں کسی کے گھر گئیں ہیں۔ غفور چچا باہر بیٹھک میں چٹائی بچھا کر لیٹے ہوئے ہیں۔ اچھن مرزا کے آنے کا انتظار ہے . . . . .

(للن اپنے کمرے میں جاتے ہیں) ارے مہرن تم میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو۔

مہرن : ریڈیو سن رہی تھی اور آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ (للن ریڈیو بند کرتے ہوئے)

للن : کیوں کیا گالیاں کھانے اور ڈانٹ سننے کا ارادہ ہے کیا۔ تم بہت بدتمیز ہوتی جا رہی ہو اور بے غیرت بھی۔ تم اس طرح نہیں مانو گی تمہاری شکایت ابو جان اور دادی اماں سے کرنی پڑے گی۔ جانتی ہو گھر میں کیا کیا باتیں ہونے لگیں ہیں۔ دادی اماں مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں تم سے زیادہ باتیں نہ کیا کروں اور جانے کیا کیا کہا انھوں نے . . . . .

مہرن : لیکن دادی اماں نے تو مجھ سے کہا ہے کہ میں ہر طرح سے آپ کا خیال رکھا کروں . . . لیکن آپ مجھے خدمت کا موقع ہی کہاں دیتے ہیں۔ بلکہ ہر وقت ستاتے رہتے ہیں مجھے . . . . .

(للن اپنی پلنگ پر بیٹھتے ہوئے) امی جان کہاں ہیں۔

مہرن : بہو بیگم تو نجمہ کے گھر گئیں ہیں . . . . .

للن : کیوں کیا کوئی خاص بات ہے جو اس وقت رات کے نو بجے نجمہ کے گھر گئیں ہیں . . .

(مہرن للن کے جوتے اٹھاتے ہوئے)

مہرن : کوئی خاص بات تو نہیں ہے لیکن آج بہو بیگم بہت خوش نظر آ رہی ہیں . . . .

(للن مہرن سے جوتے لیتے ہوئے ، ارے ارے یہ میرے جوتے کیوں اٹھا رہی ہو . . . . چھوڑو . . . .

مہرن : چھوٹے نواب آپ بچپن کی ساری باتیں بھول گئے . جب ہم ایک ساتھ کھیلا کودا کرتے تھے . کھانا پینا بھی ساتھ کھاتے تھے . بہو بیگم نے کبھی مجھے آپ سے الگ نہیں سمجھا تھا وہ ہم لوگوں کو ساتھ کھلاتی پلاتی تھیں اور آج بھی وہ مجھے بہت چاہتی ہیں . بیگم صاحبہ بھی بہت پیار کرتی ہیں مجھے . ادھر ابو جان . وہ تو مجھے بیٹی کی طرح چاہتے ہیں . لیکن ایک آپ ہیں جو مجھے حقیر نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں . . . بچپن میں تو یہ فرق کبھی نہیں تھا . اس وقت تو آپ نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں اس گھر کی ـــــ کنیز کی بیٹی ہوں . اور اب آپ مجھے ہر وقت یہ احساس دلاتے ہیں کہ میں ایک کنیز کی بیٹی ہوں . . . . میرے دل میں تو بچپن سے آپ کے لیے بے حد پیار ہے میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور آپ میری محبت کو ہر وقت ٹھکراتے رہتے ہیں . کیا آپ بچپن کا وہ پیار بھول گئے . ایک ساتھ رہنا کھانا پینا سونا اور لڑنا جھگڑنا کیا آپ کو کچھ بھی یاد نہیں . . . .

للن : بچپن تو بچپن ہوتا ہے جب کسی چیز کی تمیز یا احساس نہیں ہوتا . اور اب مجھے اچھی بری باتوں کے لیے عقل آ چکی ہے اب میں بچہ نہیں ہوں اپنا اچھا برا خوب سمجھتا ہوں . . . .

مہرن : مجھے تو وہ دن کبھی نہیں بھولے گا جب میں آپ کو چھوٹے نواب نہیں بلکہ

للن کہہ پکارا کرتی تھی۔ یاد کیجیے چھوٹے نواب۔آپ مجھے اپنے سارے کھلونے اور کھانے پینے کی چیزیں دیا کرتے تھے۔ اور بیگم صاحبہ تو ہم دونوں کو ایک ہی پلنگ پر سُلا بھی دیا کرتی تھیں . . . . . اور آپ مجھے اکثر مارا بھی کرتے تھے۔میری چوٹیاں پکڑ کر خوب پریشان کرتے تھے اور میں بہو بیگم سے آپ کی شکایت کرکے آپ کو پٹواتی تھی۔ کتنا مزہ آتا تھا۔ کیا آپ کو کچھ بھی یاد نہیں ہے۔ مجھے تو وہ سارے دن اچھی طرح یاد ہیں اور میں انھیں بھولنا بھی نہیں چاہتی ہوں۔

(للن کچھ دیر کے لیے بچپن میں کھو جاتا ہے)

مجھے بھی سب یاد ہے مہرن . . . لیکن میں تمہاری طرح بچپن کی ان یادوں میں کھویا نہیں رہتا۔

(مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے)

للن : مہرن تم کافی بڑی ہو گئی ہو اور خوب صورت بھی ہو۔ اور سمجھدار بھی ہو اب تو تمہیں اپنے اور میرے درمیان کا فرق معلوم ہونا چاہیے۔

مہرن : آپ انسان نہیں پتھر ہیں . . . . (ہاتھ جوڑتے ہوئے) چھوٹے نواب للہ میری محبت کو اس طرح مت ٹھکرائیے . . . . جس دن آپ میری محبت کو اپنا لیں گے۔اسی دن میں آپ کو للن کہہ کر پکاروں گی۔ جب سے ہم بڑے ہوئے۔آپ نواب بن گئے میں نے آپ کو للن نہیں کہا میں آپ کو للن کہہ کر پکارنا چاہتی ہوں ۔ اتنا حق تو دیدیجے چھوٹے نواب ۔ (مہرن للن کا ہاتھ تھامتے ہوئے)

للن : ارے ارے یہ کیا پاگل پن ہے . . . کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا۔

(مہرن رونے لگتی ہے)

(للن مہرن کی طرف بڑے دھیان سے دیکھتا ہے)

مہرن ململ کا دھانی ڈوپٹہ اور سفید چوڑی دار پیجامہ اور کالے رنگ کے کرتے میں غضب کی حسین لگ رہی ہے۔ لمبے بالوں کی چوٹی پیٹھ پر ناگن کی طرح پڑی بل کھاتی رہتی ہے۔۔۔ خوبصورت آنکھیں پتلے پتلے ہونٹ سانولا رنگ کسا کسا بدن تیکھے تیکھے نین نقش اس پر دلوں کو لبھانے والی الھڑ ادائیں۔۔۔ قیامت ہی ڈھاتیں ہیں۔ کوئی بھی دل والا فدا ہو سکتا ہے۔ لڑکی کیا ہے قیامت ہے قیامت۔۔۔۔۔۔

(للن مہرن کی طرف گستاخ نگاہوں سے دیکھتا ہی رہ جاتا ہے اسے بچپن سے لے کر جوانی کا ایک ایک دن یاد آتا ہے)

مہرن للن کی طرف دیکھ کر۔۔۔۔ نواب صاحب آپ کیا سوچنے لگے۔۔۔ اس طرح مجھے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔

للن اٹھ کر مہرن کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔۔۔ مہرن۔۔۔ شاید میں کبھی تم سے پیار کرتا ہوں۔۔۔ لیکن میں خود کو ایسی جگہ پر پاتا ہوں جہاں کسی کھڑکی یا جھروکے سے تم کو دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن دروازے پر کھڑے ہو کر تمہیں آواز نہیں دے سکتا۔۔۔ ایسا لگتا ہے میرے اور تمہارے لیے سارے دروازے بند ہیں۔۔۔ میں خود کو مجبور پاتا ہوں۔۔۔۔۔

(مہرن للن کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے)

مہرن : للن تم مجھے دل سے اپنا لو میں زندگی بھر کسی اور سے شادی نہیں کرونگی

پرانی تہذیب کی نمائندگی کرتا ہوا پانی محل کا ایک حصہ جس کی در و دیوار پر وقت کے سیاہ دھبے۔ ٹوٹے پھوٹے جھاڑ فانوس۔ جو بے چراغ ہیں محراب میں لٹکا ہوا برقی قمقمہ جو کبھی پانی محل کا خوب صورت ساتھی تھا۔ آج سہما ہوا خاموش ہے۔ محراب کے نیچے ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی بچھی ہے جس پر ایک بڑا سا پاندان رکھا ہے۔ اور ایک عمر رسیدہ عورت بیٹھی ہے جس کے چہرے کی جھرّیاں بتا رہی ہیں کہ اس محل سے اس کا پرانا رشتہ ہے۔

(بوڑھی عورت پاندان کھولتی ہے)

اللہ توبہ۔ موا دماغ جل گیا . . . . پھر کھول دیا۔ کہاں سے آئے بھلا اشراف کہاں جائیں۔ کھشا اشرفی بھاؤ ہوگیا۔ ذرا چونا بھی نہیں جو **انگلی بھر چاٹ** لوں۔ آگ لگے اس قیامتی دور میں . . . . یہ گوری چمڑی

میرے لیے یہی کیا کم ہے کہ تم نے میرے بچپن کے پیار کو اپنا لیا . . . .

للن اپنے جذبات پر قابو نہیں پایا اور مہرن کو سینے سے لگا لیتا ہے . . . . .

(مہرن بھی دونوں ہاتھوں سے للن کو اپنے باہوں میں جکڑ لیتی ہے . . . . .)

للن : مہرن تم نے میری آن بان اور سارے اصول توڑ کر رکھ دئے . . . آج میں تمہارے حسن سے اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ خود پر قابو نہ پا سکا اور اس وقت تو تمہارے حسن نے مجھ پر ایسا جادو کر دیا کہ میں اپنے ہوش و حواس کھو ہی بیٹھا . . . . . . یہ دھانی ململ کا ڈوپٹہ . اور یہ کالے رنگ کا کرتا . . . . میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں ان کی تعریف کر سکوں . . . .

مہرن تم واقعی ایک حسن ہو . . . . اور شاید اب میری کمزوری بھی . . . . .

(دونوں امی جان کی آواز پر چونک اٹھتے ہیں. بہو بیگم اندر آتے ہوئے . . . .)

بہو بیگم : مہرن او مہرن۔ کیا للن آگیا . . . . (مہرن جلدی سے للن کے کمرے سے باہر آتے ہوئے)

مہرن : جی بہو بیگم۔ ابھی ابھی آئے ہیں میں پانی پلانے گئی تھی . . . . ابھی کھانا نہیں کھایا آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے کہا بہو بیگم پڑوس میں گئی ہیں . . . . آتی ہی ہوں گی . . . .

(بہو بیگم مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے) ارے ارے تو اتنا

گھبرائی ہوئی کیوں ہے . . . . تمہارے چہرے پر اتنا خوف کیوں ہے
. . . کیا بات ہے مہرن . . . .
(بہو بیگم نے مہرن کو اوپر سے نیچے تک غور سے دیکھا) ارے آج
تو تم بہت اچھی لگ رہی ہو. کیا ابھی نہا کر آئی ہو بال سوکھے سوکھے
اور اس پر یہ دھانی ڈوپٹہ . . . یہ وہی ڈوپٹہ ہے جو میں نے عید
پر لاکر دیا تھا . . . .
(مہرن ڈوپٹہ کو چھوتے ہوئے) جی ہاں بیگم صاحبہ۔ یہ وہی تو ہے
. . . کیا میں آپ کو بھی اچھی لگ رہی ہوں . . . .

بہو بیگم : کیا کسی اور نے بھی میری تعریف کی ہے . تم کہیں باہر گئیں تھیں. کسی سہیلی سے ملنے .

مہرن : نہیں بہو بیگم۔ میں تو کہیں نہیں گئی . . . .

بہو بیگم : اچھا چل کھانا گرم کردے . . . غفور چچا کو بھی بلالو . . . .

(مہرن چلی جاتی ہے)

دادی اماں کھانستے کھانستے . . . . مہرن او مہرن اری کہاں مر گئی۔
کتنی بار کہہ چکی ہوں میرے پاس ہی رہا کر۔ مگر پتہ نہیں کہاں چلی
جاتی ہے۔ پتہ نہیں کب میری سانس کی ڈوری ٹوٹ جائے . . . .
(بیٹھتے ہوئے)

(غفور دادی اماں کے کمرے میں آتے ہیں)

غفور : جی بیگم صاحبہ. آپ آواز دے رہیں تھیں . . . مہرن کھانا لگا رہی ہے آپ مجھے حکم دیجئے . آپ کو کھانسی بہت آ رہی ہے . . . آپ کو دوا پلادوں . . . .

دادی اماں : رہنے دے غفور۔ میں حکیم کی دوا نہیں کھاؤں گی . . . . تو ذرا مجھے اٹھا کر بیٹھا دے کھانستے کھانستے بے دم ہو گئی ہوں۔ شاید چونا تمبا کو کا پھندا لگ گیا ہے آج بہت دنوں کے بعد ٹھیک سے کھایا تھا . . . اسی لیے زیادہ ہو گیا . . . .

(دادی اماں کی کھانسی بڑھتی جا رہی ہے۔ غفور ان کو سہارا دیکر بیٹھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے پانی پلاتے ہیں۔)

(بہو بیگم اندر آتے ہوئے)

بہو بیگم : کیا ہوا غفور چچا امی جان کی کھانسی بڑھتی جا رہی ہے۔

(بہو بیگم دادی اماں کو پکڑ کر اپنے سہارے سے بیٹھا لیتی ہیں)

غفور : بہو بیگم آپ بیگم صاحبہ کے پاس بیٹھئے میں حکیم ریاض کو لے کر آتا ہوں۔

دادی اماں : رہنے دے رہنے . . . میں اس حکیم کے بچے کا احسان نہیں لینا چاہتی کمبخت میری روٹیوں پر پلا اور آج بن بلائے کبھی صورت بھی نہیں دکھاتا جیسے میں اس کی دواؤں کی محتاج ہو گئی ہوں . . . (پھر کھانستے ہوئے) غفور جا جلدی سے اچھن مرزا کو بلا کر لے آ۔ مجھے اس سے کچھ ضروری بات کہنی ہے۔ میری حالت تو بگڑتی جا رہی ہے . . . .

(دادی اماں کھانستے . . . . لیٹ جاتی ہیں . . . اور انھیں نیند آجاتی ہے غفور اچھن مرزا کو بلانے مچھلی والے نواب کے یہاں چلے جاتے ہیں)

(للن دادی اماں کے کمرے میں آتے ہوئے) کیا بات ہے امی جان

کیا دادی اماں کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ ابھی غفور چچا نے بتایا مجھ سے . . . . .

بہو بیگم : ہاں بیٹا کھانسی بہت آ رہی ہے۔ کھانستے کھانستے بے دم ہو گئیں اور اب نیند آ گئی ہے یا پھر کمزوری میں غش کا عالم ہے۔ بیٹا گھبرانے کی بات نہیں ہے غفور چچا حکیم ریاض کو لینے گئے ہیں . . .

(للن دادی اماں کے پیر چھوتے ہوئے)

للن : امی جان۔ دادی اماں بہت کمزور ہو گئیں ہیں۔ انھیں دودھ اور پھل ضرور ملنا چاہیے۔

بہو بیگم : ہاں بیٹا حکیم ریاض نے بکری کا دودھ بتایا تھا جب میرے پاس پیسے ہوتے ہیں میں منگوا دیتی ہوں۔ دو وقت کا کھانا مشکل ہو جاتا ہے بیٹا پھل وغیرہ کہاں سے منگوا کر دوں۔ ویسے جب بھی میں سلائی کے پیسے لینے جاتی ہوں تو آپنا باجی سے انگور یا کیلا لے آتی ہوں لیکن وہ بھی تو امی جان کو ہضم نہیں ہوتا نقصان کرتا ہے . . .

(للن دادی اماں کی طرف دیکھتے ہوئے)

للن : امی جان کل سے میں کچھ نہ کچھ کام کروں گا۔ کسی کی دکان پر بیٹھوں گا میرے ایک ساتھی نے مجھ سے کئی بار کہا تھا کہ میں دکان پر بیٹھوں۔ دو سو روپیہ تو مجھے مل ہی سکتا ہے۔ میں دادی اماں کے لیے کروں گا۔

دھرن آتے ہوئے) کیا ہوا بیگم صاحبہ کو ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔ (دھرن بیگم صاحبہ کے سرہانے بیٹھ جاتی ہے۔ بہو بیگم آپ لوگ جا کر کھانا کھائیے۔ میں یہاں بیٹھوں گی . . . .

بہو بیگم : اور تم نے کھا لیا۔

نہیں بس بعد میں کھالوں گی۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔

(للن جہرن کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے اور بہو بیگم کے ساتھ کھانا کھانے چلا جاتا ہے۔

(اچھن مرزا اور غفور آتے ہیں)

اچھن مرزا : امی جان آپ کیسی ہیں۔ غفور چچا سے معلوم ہوا آپ کو کھانسی نے پریشان کر رکھا ہے۔

(اچھن مرزا دادی اماں کے پائینتانے بیٹھ جاتے ہیں دادی اماں کروٹ بدلتے ہوئے کھانستی ہیں۔)

دادی اماں : اچھن بیٹا تو آ گیا میں تو سمجھی تھی تو میرے مرنے کے بعد ہی آئے گا۔ کئی بار غفور سے بلوایا تجھے لیکن تجھے تو گھر آنے کی فرصت ہی نہیں ملتی ....

اچھن مرزا : ایسی بات نہیں امی جان۔ مجھے کچھ ضروری کام بھی تھا ....

دادی اماں : بیٹا اب میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ میں چاہتی ہوں یہ پائی محل للن کے نام لکھ دوں۔ ... تم کاغذ پر لکھا پڑھی کروا دو میں انگوٹھا لگا دوں گی۔ میری زندگی کا کیا بھروسہ۔ پکے آم کی طرح ہوں جب ہی ٹپک جاؤں اسی لیے میں چاہتی ہوں یہ پائی محل للن کے نام لکھ دوں اس بیچارے کو تو کچھ بھی نہیں ملا۔

(دادی اماں اتنی باتیں کرتے کرتے پھر کھانسنے لگتی ہیں اچھن مرزا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں ....)

جہرن : نواب صاحب میں ابھی آتی ہوں آپ بیگم صاحبہ کے پاس رہیے گا۔

(بہو بیگم اور للن آتے ہیں)

بہو بیگم : آپ آ گئے ۔ میں یہاں بیٹھتی ہوں آپ کھانا کھا لیجیے ۔

(اچھن مرزا بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے) میں تو کھانا کھا کر آیا ہوں
میں نے غفور چچا سے کہہ دیا تھا کہ میں مچھلی والے نواب کے ساتھ کھانا
کھاؤں گا ۔

(اچھن مرزا بیگم کو غور سے دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں)
آج بیگم کی چوٹی میں بیلے کے پھول اور سرخ کامدانی کا ڈوپٹہ اور ہرے
پوت کا بنارسی غرارہ ..... شاید بیگم کہیں شادی بیاہ میں گئیں
تھیں ......

بہو بیگم : ارے آپ کیا سوچنے لگے ....

اچھن مرزا : کچھ نہیں بیگم .....

(بیگم دادی اماں کے پیر دباتے ہوئے) آپ آرام کیجیے میں
امی جان کے پاس ہوں ۔

دادی اماں : رہنے دو بہو بیگم ۔ تم تو یوں بھی بہت تھک جاتی ہو ۔ تمہارا کام کرنا
مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا ۔ بہو بیٹیاں گھروں سے نکل کر کام کرتی
پھریں یہ ہماری شان کے خلاف تھا بیٹی ۔

(دادی اماں بہو بیگم کو ہٹا دیتی ہیں پھر کھانسی آنے لگتی ہے)

بہو بیگم : امی جان آپ کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھائیے ۔ حکیم ریاض کے علاج پر
میرا یقین تو رہا نہیں ۔ کل میں ڈاکٹر گوتم کو بلا کر دکھا دوں گی ۔ میڈیکل
کالج کا اچھا ڈاکٹر ہے ۔

(دادی اماں کھانستے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے منع کرتے
ہوئے)

دادی اماں : نہیں نہیں میں کڑوی دوا نہیں کھاؤں گی اور نہ سوئی ٹھنکواؤں گی۔۔۔

اچھن مرزا : امی جان اب جڑی بوٹیوں کا زمانہ نہیں رہا۔ اب انگریزی دوائیں ہی فائدہ کرتی ہیں۔ اور آپ ہیں کہ حکیم چچا پر ہی بھروسہ کیے بیٹھیں ہیں ارے اب تو وہ اتنے بوڑھے اور کمزور ہو گئے ہیں کہ ان کا بھروسہ کرنا ٹھیک بھی نہیں۔ اور ان کے ہاتھ کانپتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ذہن بھی کام نہیں کرتا۔ میری بھی یہی رائے ہے کہ کل صبح آپ ڈاکٹر گوتم کو ہی دکھا دیں آج کل پورے لکھنؤ میں نام ہے ان کا۔

(دادی اماں اچھن کی طرف دیکھتے ہوئے)

دادی اماں : ارے کب سے کہہ رہی ہوں کہ میں انگریزی دوا نہیں کھاؤں گی، انگریز تو حرامزادے دم دبا کر بھاگ گئے لیکن اپنی کچھ نشانیاں چھوڑ گئے ہمارے وطن میں۔۔۔۔ اب تو اسکولوں میں بھی انگریزی پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ انگریزی پڑھ لکھ کر گٹ پٹ گٹ پٹ لگائے رہتے ہیں۔ اپنی ہندوستانی زبان بھولتے جا رہے ہیں۔ مجھے تو اس نام ہی سے نفرت ہے میں بھلا انگریزی دوائیں پیوں گی لعنت ہے مجھ پر جو پیوں (کھانستے ہوئے) ارے اچھن میاں تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب بھی میں پانی محل کا ذکر کرتی ہوں تو ہمیشہ میری بات ٹال دیتا ہے۔ لیکن اب میں تیری ایک نہیں سننے والی۔ میری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اور پتہ نہیں کب میری یہ سانس رک جائے۔ اور میں یہ بوجھ لیے ہی قبر میں چلی جاؤں۔ تم کل ہی کچہری سے پکا کاغذ کروا کر لے آنا میں اپنا انگوٹھا لگا دوں گی۔

بہو بیگم : امی جان آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہو جائے یہ سب تو بعد میں بھی ہو جائے گا۔

(بہو بیگم اچھن مرزا کی طرف دیکھتی ہیں)

اچھن مرزا : امی جان آپ کیوں فکر کرتی ہیں کل صبح ہی میں کچہری سے بنوا کر لا دوں گا۔

(دادی اماں کروٹ بدلتے ہوئے)

دادی اماں : ارے فکر کیسے نہ کروں۔ للن بیچارے کو ملا ہی کیا ہے۔ اس نے جب ہوش سنبھالا تو سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے تو غریبی ہی دیکھی ہے اس کو یہ بھی نہ دوں گی تو خدا کے یہاں کیا منھ دکھاؤں گی۔ میرا ایک ہی تو پوتا ہے بس اس کی شادی بھی ہو جاتی تو میرے یہ ارمان بھی پورے ہو جاتے ......

بہو بیگم : امی جان۔ ابھی ہم للن کی شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی جب تک اس کو کہیں اچھی ملازمت نہ مل جائے ...

(للن امی جان کی طرف دیکھتے ہوئے)

للن : امی جان آپ فکر مت کیجئے سب ٹھیک ہو جائے گا ....

دادی اماں : تم ٹھیک کہتی ہو بہو۔ ایک یہ بھی مصیبت بیچارے کے گلے پڑی ہے ہمارے خاندان میں کسی نے ملازمت کا نام تک نہیں سنا تھا۔ لیکن للن کی قسمت میں ملازمت ہی لکھ دی ہے خدا نے ......

بہو بیگم : امی جان ملازمت تو کرنی ہی پڑے گی۔ اب ہمارے پاس بچا ہی کیا ہے۔ اسی لیے میں نے رات دن محنت کر کے للن کو پڑھایا لکھا ہے۔ اور آج کل بغیر پڑھے لکھے آدمی کو کون ملازمت دے گا ....

(حکیم ریاض اور غفور آتے ہیں)

اچھن مرزا : آئیے آئیے حکیم چچا۔ آپ ہی کا انتظار ہو رہا تھا۔
(حکیم ریاض کانپتے ہوئے کرسی پر بیٹھتے ہیں)
(دادی اماں کی نبض پکڑتے ہوئے)
حکیم ریاض : کیسی ہیں بیگم صاحبہ ...... (دادی اماں چشمے کے اندر سے گھور کر دیکھتے ہوئے)
دادی اماں : ارے میری کیا پوچھنا ہے اپنی خیر منا۔
حکیم ریاض : مسکراتے ہوئے۔ بیگم صاحبہ آپ ہمیشہ مجھ سے ناراض رہتی ہیں۔ ارے اب تو میں بہت سدھر گیا ہوں۔ جوا شراب سے توبہ کرلی۔ اب کاہے کو ناراض ہیں آپ۔
ستر چوہے کھا کے بلی حج کو چلی ..... چل جلدی کر جو کچھ بھی آلا ئے بلائے بکسے میں لایا ہے۔ پلادے مجھے۔ کمبخت کھانسی تو بند ہو۔
(حکیم ریاض بکسے سے دوا نکال کر بہو بیگم کو دیتے ہیں)
حکیم ریاض : بہو بیگم یہ پڑیا بیگم صاحبہ کو پانی میں ملا کر پلادو۔ ابھی کھانسی بند ہوجائیگی۔ اچھا میں چلتا ہوں رات کافی ہوگئی ہے میں تو سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔ لیکن غفور میاں نے بتایا کہ بیگم صاحبہ کو کھانسی بہت آرہی ہے تو مجھ سے نہ رہا گیا فوراً چلا آیا۔ . . . چلتا ہوں ....
دادی اماں حکیم ریاض کی طرف دیکھتے ہوئے۔
دادی اماں : ارے ریاض اب تو چلنے چلانے کا وقت ہے۔ کتنی پڑیا گھول گھول کر پلائے گا۔
(حکیم ریاض جاتے ہوئے) بیگم صاحبہ آپ دل کیوں چھوٹا کرتیں ہیں۔ ارے آپ ہی سے تو گھر کی رونق ہے۔ آپ کو خدا لمبی عمر دے ...

دادی اماں : ارے اب لمبی عمر کی دعا کیوں دیتا ہے۔ کتنا اور بھگتنا ہے مجھے۔ ایک ایک دن بھاری ہو گیا ہے مجھ پر . . . . .

(دادی اماں کی کھانسی کم ہو جاتی ہے اور وہ لیٹ جاتیں ہیں)

اچھن مرزا : امی جان میں چلتا ہوں ابھی مجھے کچھ کام بھی کرنا ہے۔ جمن میاں نے ایک عرضی مجھ سے لکھوائی ہے وہی لکھنے جا رہا ہوں۔ آپ کی جیسی طبیعت ہو آپ غفور چچا سے کہہ دیجیے گا۔ غفور چچا آج یہیں آپ کے پاس ہی رہیں گے۔

دادی اماں : ارے بیٹا تجھے تو میری موت کے دن بھی دوسروں کے کام رہیں گے اگر میں بیمار نہ ہوتی تو تم اس وقت میرے پاس نہ آتے۔ بیماری کے بہانے تم سب سے ملاقات تو ہو جاتی ہے۔

اچھن مرزا : امی جان ایسی بات نہیں ہے آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں روز ہی تو آتا ہوں اور تہرن یا بہو بیگم سے آپ کی خیریت پوچھتا ہوں۔ امی جان۔ آپ تو جانتی ہیں کہ اب کوئی اپنا دوست نہیں بنتا۔ اسی لیے پرانے دوستوں کو ہی خوش رکھنا پڑتا ہے۔ لے دے کر دو تین ساتھی ہی تو رہ گئے ہیں انھیں بھی چھوڑ دوں تو زندگی اور بھی بے رنگ ہو جائے گی۔

دادی اماں : تو مچھلی والے نواب کو اور جمن میاں کو اپنا دوست سمجھتا ہے یا نواب چھبن کو اپنا سگا سمجھ رہا ہے۔

ارے یہ سب ایک زمانے میں تیرے ساتھی اور دوست ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ سب دوست نہیں ہیں۔ مچھلی والے نواب کو میں اچھی طرح جانتی ہوں وہ تو بس اپنے روپیہ کے لیے جان دے رہا ہے اور چاہتا ہے کہ میں یہ پائی محل بیچ کر اس کا قرضہ ادا کروں۔ اسی لیے دوڑ دوڑ کر

والے انگریز کیا گھس آئے اپنے ہندوستانی بھوکوں مرنے لگے۔ . . .
اللہ ہی نے نہ رکھا بندا کیا رکھتا بھلا . . . . کیا نہیں تھا اس محل میں . .
. . جیسے سانپ سونگ گیا ہو۔ اللہ توبہ اللہ توبہ .

(پاندان زور سے بند کرتے ہوئے)

اللہ تو اپنا رحم کرنا۔ (اس آواز میں چھڑچھڑاپن ہے وقت سے شکایت ہے حالات سے شکست ہے۔ بے بسی کا عالم ہے۔ لیکن ایک آن بان باقی ہے . . . . .)

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

دادی اماں : اللہ توبہ ہے ابھی دن نہیں چڑھا اور آ گئے اچھن میاں کی جان کو ـــــ مہرن۔ کہاں مرگئی موئی پھٹی دیدہ بولتی بھی نہیں۔ کیا چپ کا روزہ رکھا ہے۔

(ایک خوبصورت سی لڑکی آتی ہے بھری بھری پنڈلیوں پر کسا ہوا چوڑی دار پیجامہ کہیں کہیں پھٹا ہوا جمپر پسینے میں بھیگی ہوئی۔ سانسیں بہت تیز ہیں جیسے بھاگ کر آئی ہو چہرے پر ایک خوف ہے جیسے آنے میں دیر ہو گئی ہو۔ ڈرتے ڈرتے چارپائی کے قریب آتی ہے)

مہرن : جی . . . جی بیگم صاحبہ

دادی اماں : دیکھ نہ موئی کون آیا ہے۔ کب سے آواز دیتے دیتے گلا سوکھ گیا کتھا چونا بھی نہیں جو حلق تر کر لوں۔ اور اوپر سے تو چلواتی ہے۔ جا دیکھ کون ہے۔

(مہرن دروازے کی طرف چلی جاتی ہے)

میری چوکھٹ کی خاک چھان رہا ہے۔ اور تجھے شطرنج اور تاش میں لگائے رہتا ہے۔ تاکہ تجھے دوستی جتاکر اپنا الو سیدھا کرے۔ اور تیرے تو عقل پر پتھر ہی پڑ گئے ہیں۔ کون سمجھائے تجھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(دادی اماں بولتے بولتے تھک جاتیں ہیں اور انھیں نیند آجاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔)

اچھن مرزا : بیگم چلو۔ امی جان سوگئیں ہیں۔ اب انھیں آرام سے سونے دو۔ مہرن امی جان کے پاس ہی سوتی ہے نا۔

مہرن : جی نواب صاحب۔ میں تو بیگم صاحبہ کے پاس ہی سوتی ہوں۔ آپ فکر مت کیجیے۔

(غفور چچا بھی وہیں زمین پر دری بچھا کر لیٹ جاتے ہیں)

(بہو بیگم اور اچھن مرزا اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں)

اچھن مرزا : بیگم کیا آپ کسی تقریب سے آرہی ہیں۔ ۔ ۔ ۔

بہو بیگم : جی نہیں میں تو کہیں نہیں گئی تھی۔

(اچھن مرزا بیگم کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور ہاتھ پکڑ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔)

اچھن مرزا : تو یہ سب اتنا سنگھار اور یہ تازے مہکتے ہوئے بیلے کے پھول اور یہ سرخ کامدانی کا ڈوپٹہ ۔ ۔ ۔ ۔ (اچھن مرزا ڈوپٹہ چھوتے ہوئے) خدا کی قسم بیگم آپ نے تو میری سہاگ رات کی یاد دلادی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج تیس سالوں بعد یہ بجلی پھر مجھ پر گرنے والی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(بہو بیگم اچھن مرزا کی طرف دیکھتی ہیں اور پھر نظریں جھکا لیتی ہیں)

بہو بیگم : آپ نے کہا تھا آج میں رات گھر پر گزاروں گا اسی لیے ۔ ۔ ۔ میں گھر

والوں سے جھوٹ بولی اور آپ کے لیے سنگھار کیا۔ گھر میں سب سے بتا دیا کہ پڑوس میں کسی کے یہاں تقریب میں جانا ہے۔ اور میں گھر سے شام کو چلی بھی گئی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ اگر نہ جاتی تو گھر کے لوگ ۔ عفور، چچا، مہرن امی جان اور للن کیا سوچتے کہ یہ بڑھاپے میں مجھے کیا سوجھی کہ میں سولہ سنگھار کر کے بلا وجہ بیٹھ گئی ۔ ۔ ۔ ۔ کسی کو کیا معلوم کہ آج میں پھر سے ۔ ۔ ۔ ۔ (اچھن مرزا بیگم کو اپنے پاس بیٹھاتے ہوئے)
جوان ہوگئی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بہو بیگم : ہائے اللہ چھوڑیے بھی ۔ ۔ ۔ ۔ اب ایسے بھی نہ دیوانے ہوجائیے ۔ ۔ ۔ وہ سنہرے دن تو بہت پیچھے رہ گئے ۔ اس کا احساس تو اس وقت ہورہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اچھن مرزا : بیگم ابھی دو چار دن کی زندگی تو باقی ہوگی ۔ اور وہ اسی طرح گزر جائے تو میں سمجھوں گا میں زندگی میں کبھی نہیں ہارا اور نہ احساس کمتری کا شکار ہوا تھا۔ کتنے سال اِدھر اُدھر بھٹکتا رہا ہوں ۔ اور آج ایسا لگ رہا ہے جیسے مجھے میری منزل مل گئی ہو۔ تم نے مجھے معاف تو کر دیا بیگم ۔ ۔ ۔ ۔

(اچھن مرزا بیگم کو اپنی باہوں میں جکڑ لیتے ہیں)

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

عفور دروازہ کھولتے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ سلام بوا۔ اتنے سویرے سویرے ۔ ۔ ۔ ۔ خیریت تو ہے بوا۔ محلے کے کسی گھر کی خبر لائی ہو۔ (کریمًا بوا اندر آتے ہوئے)

کریمًا بوا : ارے عفور میاں اندر تو آنے دو۔ سویرے سویرے الٹی سیدھی سنانے لگے ۔ ۔ ۔ ۔ (بہو بیگم اپنے کمرے سے نکل کر باہر آتے ہوئے) بوا اسلام۔

آپ اتنے سویرے ابھی تو ہم لوگ اٹھے بھی نہیں تھے . . . . خیریت تو ہے . . . .

(کریمّا بوا، بہو بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے آنگن میں چارپائی پر بیٹھ جاتیں ہیں . . . . .)

کریمّا بوا : جیتی رہو بیٹیا۔ معاف کرنا آپ لوگوں کو اتنی جلدی اٹھا دیا . . . . بہو بیگم آپ کی آنکھیں گواہ ہیں کہ آپ رات بھر جاگی ہیں ابھی آنکھوں میں نیند کا خمار باقی ہے آپ جا کر سو جائیے۔ میں تو بیگم صاحبہ کی خیریت لینے چلی آئی تھی۔

(بہو بیگم کا چہرا شرم سے گلابی ہو جاتا ہے۔ بزرگوں کو کتنا تجربہ ہوتا ہے . . . .) آپ بیٹھیے بوا۔ میں ابھی منھ ہاتھ دھو کر آتی ہوں . . . . .

کریمّا بوا : بہو بیگم میں بھی چلتی ہوں۔ میں تو ادھر سے گزر رہی تھی راستے میں حکیم ریاض مل گئے وہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بولے کریمّا بوا۔ بیگم صاحبہ کو دیکھنے نہیں گئیں ان کی طبیعت رات اچھی نہیں تھی میں دیکھنے گیا تھا کھانسی بہت آ رہی تھی . . . .

(کریمّا بوا اٹھتے ہوئے برقعہ اوڑھنے لگتیں ہیں)

بہو بیگم : بیٹھیے بوا میں آتی ہوں۔ بیگم صاحبہ تو ابھی سو رہی ہیں۔ رات سے ان کی طبیعت بہتر ہے۔ آپ چائے پی کر جائیے گا۔ مہرن چائے بنا رہی ہے۔

(بہو بیگم غسل خانہ کی طرف چلی جاتیں ہیں)

مہرن چائے لے کر آتی ہے۔ یہ لیجیے بوا . . . گرم گرم چائے . .

(کریمًا بوا چائے لیتے ہوئے، لا بیٹی جیتی رہو . . . . کیا للن ابھی سویا ہوا ہے۔

مہرن : بوا ابھی تو صرف چھ بجے ہیں۔ سوئیں گے نہیں تو کیا کریں گے . . .
(بہو بیگم تولیہ سے منھ پوچھتی ہوئی آئیں ہیں اور کریمًا کے پاس دوسری چارپائی پر بیٹھ جاتیں ہیں ۔)

بہو بیگم : مہرن مجھے بھی چائے دے دو۔ اور امی جان جاگ گئیں ہوں تو ان کی چائے اور دلیا بنادو میں انھیں بھی کھلا دوں ۔

مہرن : بہو بیگم اور نواب صاحب کی چائے بھی لے آؤں . . . .

بہو بیگم : نہیں نہیں وہ تو ابھی سو رہے ہیں جب اٹھیں گے تب ہی ان کی چائے اور ناشتہ بنا دینا . . . . . . اچھا بہو بیگم۔
(مہرن چائے لینے چلی جاتی ہیں)

کریمًا بوا : کیا اچھن میاں سوئے ہوئے ہیں . . . .

بہو بیگم : جی ہاں وہ سو رہے ہیں . . . .

کریمًا بوا : اب میں بیگم صاحبہ اور اچھن میاں سے مل کر ہی جاؤں گی۔ اچھن میاں سے تو ملاقات ہی نہیں ہوئی . . . . . .

بہو بیگم : ہاں ہاں بوا آپ ناشتہ واشتہ کر کے ہی جائیے گا جب تک امی جان اور نواب صاحب بھی جاگ اٹھیں گے۔

کریمًا بوا : اب بیگم صاحبہ کا کیا ہے کب سوئیں اور کب جاگیں۔ ان کی عمر بھی دو پچاس کے قریب ہو گئی ہے اب اس عمر میں کیا بھروسہ۔ پکے آم کی طرح ہیں کب ٹپک جائیں۔ (بہو بیگم کریمًا بوا کی طرف دیکھتے ہوئے) ارے بوا ایسے مت بولیے۔ مرنا تو سبھی کو ہے۔

کریمًا بوا : اے بیٹی میں کیا غلط کہہ رہی ہوں۔ آج کل جوانوں کا تو بھروسہ نہیں پھر ہم جیسے بوڑھوں کا کیا ٹھکانا۔ کل سکھیا جمادارن بتا رہی تھی اُس کا دیور جوان جہیل تھا پیٹ کے درد میں مر گیا بیچارہ۔

بہو بیگم : اچھا اچھا اسی لیے سکھیا دو دن سے نہیں آئی تھی امی جان کا اگا لدان اور چلپچی عفور چچا نے صاف کیے تھے۔

کریمًا بوا : اے ہے تو کون سا تیر مار دیا عفور میاں نے۔ ساری زندگی تو بیگم صاحب نے عیش کروایا عفور میاں کو اور روٹی چلائی عفور کے خاندان والوں کی۔ اب اتنا بھی نہیں کرے گا۔

(عفور چائے کا گلاس لے کر آتے ہوئے۔)

عفور : بوا تمہارا کلیجا کاہے کو پھٹ رہا ہے۔ ہم تو بیگم صاحبہ کے غلام ہیں اور اس گھر کے مالک بھی یہ سب ہمارے بچے ہیں۔ تمہارے سینے پر کیوں سانپ لوٹنے لگا۔ تم بھی تو کچھ کر کے دکھاؤ بوا۔ کیا تمہارے ساتھ بڑے نواب صاحب نے کچھ نہیں کیا تھا۔ تم احسان فراموش ہو سب بھول گئیں . . . . (عفور وہیں بیٹھ جاتے ہیں)

بہو بیگم : کریمًا بوا۔ آپ لوگ جھگڑا کیوں کرتے ہیں۔ عفور چچا تو ہمارے گھر کے بزرگ ہیں اور خدمت گاروں میں سے ہیں نوکر چاکر نہیں۔ اب امی جان کے بعد بزرگوں میں ہمارا کون ہے ایک عفور چچا ہی ہیں جو ہمارے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔

(کریمًا بوا۔ بہو بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے)

کریمًا بوا : اے بہو بیگم دلہن تمہاری کون سی غیر ہے۔ اب منھ نہ کھلواؤ بہو بیگم.. چمڑے کی زبان ہے۔ کہیں پھسل گئی تو گستاخ اور نمک حرام کہلاؤں گی۔

ہم نے بھی اس چوکھٹ کا نمک کھایا ہے۔ لیکن سچ بات کہنے میں کونسی نمک حرامی ہوئی بھلا . . . .

بہو بیگم : بس بس کریما بوا۔ آپ کو گڑے مردے اکھاڑنے میں بڑا مزا آتا ہے کبھی کسی کی رازداری پر پردا ڈالنا تو سیکھا ہی نہیں آپ نے۔ بس سب کے عیب اور کمزوریاں پکڑتی ہیں آپ۔ اللہ سے تو ڈرا کیجئے بوا۔

کریما بوا : اے بہو بیگم آپ تو ناراض ہو گئیں۔ ارے کون نہیں جانتا کہ مہرن آپ کی اپنی نہیں غفور چچا تو خوب واقف ہیں۔ بشیرا کو خدا جنت نصیب کرے ساری باتیں بتایا کرتی تھی مجھ سے۔ ارے وہ تو نواب بن کر بیٹھنا چاہتی تھی اس گھر میں۔ مجھے تو یاد ہے۔ جب نواب عباس کا انتقال ہوا تھا۔ کیسے رو رو کر چوڑیاں توڑیں تھیں اس نے۔ جیسے نواب عباس کی بیاہتا بیوی حمیدا نے توڑیں تھیں۔ بیچاری کے اپنی اولاد تو ہوئی نہیں تھی بس مہرن کو ہی گود لے کر پالتی پوستی رہی پھر ایسا بیمار پڑیں کہ بیچاری اللہ کو پیاری ہو گئیں اور یہ مہرن بیگم صاحبہ اور آپ کے سر پڑ گئی . . . . اے لو میں کون کون سی بات بتا رہی ہوں۔ میں تو کہتی ہوں بہو بیگم کہ بیگم صاحبہ کی زندگی میں مہرن کے ہاتھ بھی پیلے کر دیجئے۔ ورنہ جوان لڑکی کو گھر میں بیٹھا کر کون تاکے گا۔ آپ تو کرتا ٹوپی کے لیے باہر بھی آتی جاتی رہتی ہیں۔ اور بیگم صاحبہ تو اس لائق نہیں رہیں . . . اور غفور چچا کو بھی باہر کے کاموں سے کہاں فرصت ملتی ہے . . . . گستاخی معاف ہو بہو بیگم . . . . گھر میں آپ کا بیٹا للن بھی جوان اور خوب صورت ہے۔ کوئی بھول ہو جائے تو . . . . اللہ میرا منہ کالا کرے جو جھوٹ

بولوں ۔ ۔ ۔ ۔ بس کھیا جمادارن بھی قیامت کی نظر رکھتی ہے۔ جہاں بھی بیٹھتی ہے نمک مرچ لگا کر بیان کرتی ہے۔ کل پرسوں کی بات ہے مجھ سے ہی کہہ رہی تھی آج کل مہرن کے سنگھار تو دیکھو۔ آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر لالی لگائے اٹھلاتی پھرتی ہے۔

(بہو بیگم کریمًا بوا کی طرف دیکھتے ہوئے)

بہو بیگم : امی جان کے لاڈ پیار نے اسے سر چڑھا رکھا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ اس کی ۔ ۔ ۔ ۔

(کریمًا بوا موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باتوں کا انداز بدل دیتی ہیں)

کریمًا بوا : میری مانیے بہو بیگم۔ تو آپ اسی لڑکے سے مہرن کا نکاح پڑھا دیجئے۔ کئی دفعہ میں نے بیگم صاحبہ سے کہا کہ حامد بہت اچھا لڑکا ہے۔ بجلی گھر میں کام کرتا ہے۔ اچھی خاصی تنخواہ پاتا ہے۔ لیکن بیگم صاحبہ تیار ہی نہیں ہوتیں میں تو کہتی ہوں یہ موقع ہاتھ سے چلا گیا تو بعد میں پچھتانا پڑے گا۔

بہو بیگم : میں امی جان سے بات کروں گی۔ مجھے بھی حامد پسند ہے۔ غریب گھر کا لڑکا ہے کسی برے فعل میں نہیں۔ ماں سوتیلی ہے تو کیا ہوا وہ خود اچھا کماتا کھاتا ہے کسی کا محتاج نہیں۔ آپ ٹھیک کہتیں ہیں کریمًا بوا میں امی جان کو راضی کرلوں گی۔ (کریمًا بوا نقاب پہنتے ہوئے) اچھا تو میں اب چلتی ہوں ابھی مجھے جمن میاں کے گھر بھی جانا ہے۔ (رکتے ہوئے) اے بہو بیگم میں ایک بات بتانا بھول ہی گئی تھی۔

بہو بیگم : کیا بات ہے بوا۔ جاتے جاتے بتا ہی دیجئے۔ (کریمًا بوا ادھر ادھر دیکھتے ہوئے)

کریمًا بوا : زبان سے جھوٹ نکالوں تو کیڑے پڑیں. کیا گل کھلایا ہے جمن میاں کی پوتی نے۔ (بہو بیگم کریمًا بوا کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے)

بہو بیگم : کون سی پوتی بوا. جو مہیلا کالج میں —— پڑھ رہی ہے۔

کریمًا بوا : نہیں نہیں بیٹی. اس کی تو منگنی کر دی جمن میاں نے۔ تمہارے گھر بھی تو لڈو آئے ہوں گے۔

بہو بیگم : ہاں ہاں بوا جمن میاں کا گونگا نوکر لڈو لے کر آیا تھا. لیکن میں کچھ سمجھی نہیں تھی۔ وہ اشارے سے پتا نہیں کیا کیا بتا رہا تھا۔

کریمًا بوا : اے بہو بیگم وہ گونگا جمن میاں کا نوکر تھوڑی ہے۔ بھانجا ہے جمن میاں کا جمن میاں کی بہن تو نوابوں کا زمانہ ختم ہوتے ہی لگیں ادھر ادھر جھانکنے ان سے غریبی اور تکلیفیں برداشت نہ ہوئی۔ اپنے میاں سے تو بنتی ہی نہیں تھی اور پھر جب ریاست کا دور ہی نہ رہا تو انھوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ ایک مال دار ہندو سے ان کا یارانہ تھا۔ اسی کے ساتھ دو بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ طلاق بھی نہیں ہوا تھا. یہی چھوٹے چھوٹے دو بچے تھے۔ ایک یہ گونگا اور ایک بیٹی منی بیگم۔ جو کسی نواب کے گھرانے میں بیاہ دی گئی تھیں۔ فیض آباد چلے گئے تھے وہ لوگ شادی کے بعد کچھ دنوں تک آنا جانا تو رہا پھر پتہ نہیں کہاں گئے وہ لوگ. جمن میاں کی بیوی سے میری کچھ اَن بَن ہو گئی تھی میں نے ان کے گھر آنا جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔

بہو بیگم : ہاں بوا مجھے بھی یاد ہے میں اس حویلی کی بہو بن کر نئی نئی آئی تھی . . . . اس وقت تمام لوگوں کا آنا جانا رہتا تھا۔ حویلی میں اکثر کوئی نہ کوئی تقریب ہوا کرتی تھی تو سب لوگوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ قائم تھا. لیکن اب

تو وہ زمانہ ہی نہیں رہا اور نہ وہ لوگ ہی رہ گئے۔ کیا شان اور آن بان تھی اور اب تو کبھی کسی سے ملاقات ہوتی نہیں۔ کون کہاں رہتا ہے یہاں تو اپنی ہی خبر نہیں رہتی بوا۔ پھر ہم بھی کہاں جاتے آتے ہیں۔ بس سال میں ایک بار محرم میں ماتم مجلس میں شرکت کر لیتی ہوں۔ اس روایات کو قائم رکھنا ہی پڑتا ہے۔ جب ہمارے یہاں محفل میلاد شریف ہوا کرتا تھا تو لکھنؤ کا کون سا ایسا گھر تھا جہاں سے لوگ ہماری محفل میں شریک نہ ہوتے تھے۔ کیا شیعہ اور کیا سنّی سب ہی شرکت کرتے تھے۔ اور اب تو میلاد شریف کے لیے بھی ترستی ہوں . . . .

(بہو بیگم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں ہیں)

کریما بوا : ارے بہو بیگم آپ کی آنکھوں میں آنسو . . . . اللہ سب دن برابر نہیں رکھتا۔ آپ کا وقت کس نے نہیں دیکھا۔ لکھنؤ کی گلی کوچوں میں رہنے والے بھی نواب اچکن مرزا کے نام سے واقف تھا۔ بہو بیگم آپ کیوں اپنا دل چھوٹا کرتیں ہیں۔ للن میاں کی ملازمت لگتے ہی آپ لوگوں کے دن پھر سے پلٹ آئیں گے۔ (بہو بیگم آنسو پوچھتے ہوئے، کریما بوا۔ اب آپ سے کون سی بات چھپی ہے بھلا۔ آپ نے تو ہمارا زمانہ دیکھا ہے۔ آپ ہمارے گھر کی اور ہماری راز دار ہیں۔ اسی لیے تو آپ کے سامنے دل بھر آیا۔ ورنہ اس حویلی کے باہر کسی کو کیا معلوم کے ہم کس طرح گزر بسر کر رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے۔

(کریما بوا بہو بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے)

کریمّا بوا : ارے بہو بیگم ۔ لکھنؤ شہر میں ایک آپ ہی کا خاندان تو نواب نہیں تھا سب سے زیادہ رتبہ اور نام شہرت عزت نواب واجد علی شاہ کو ملی تھی اور اس کے بعد تو لکھنؤ میں نواب ہی نواب تھے ۔ کیا آپ کے ساتھ ان تمام لوگوں پر وقت نہیں پڑا ۔ نوابوں کا زمانہ ختم ہوا تو لکھنؤ جیسے اجڑ سا گیا ۔ نہ وہ رنگین شامیں رہ گئیں نہ وہ محفلیں ۔ جیسے سب ماتم کدہ بن کر رہ گیا ہو ۔ ہم نے بھی ہزاروں رنگ دیکھے ہیں لکھنؤ میں ۔ آپ تو ہمارے سامنے بچہ ہیں ۔ آپ بارہ سال کی عمر میں اس حویلی میں بہو بن کر آئیں تھیں ۔

(کریمّا بوا نقاب بند کرتے ہوئے) ہاں تو میں جمن میاں کی پوتی کی بات کر رہی تھی ۔ کیا بتا رہی تھی بھلا ۔ کیوں بہو بیگم . . . .

بہو بیگم : آپ کچھ جمن میاں کی پوتی کی بات بتانے والی تھیں . . . . . میں تو ان لوگوں کو زیادہ جانتی نہیں ہوں ۔ امی جان کئی سالوں سے بیمار ہیں وہ تو کہیں آجا نہیں سکتیں اور میں کہیں جاتی آتی نہیں ہوں ۔ بس آپ ہی کی زبانی محلے بھر کی خیریت اور خبریں ملتی رہتی ہیں ۔ تو بتایئے بوا جمن میاں کی پوتی میں کو کیا ہوا خیریت تو ہے ۔ (بہو بیگم کریمّا بوا کی طرف دیکھتے ہوئے)

کریمّا بوا : ہاں ہاں بیٹی میں جمن میاں کی چھوٹی پوتی زینہ کی بات کر رہی تھی . . .
(اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ۔ بہو بیگم کے کان میں جھک کر) پیٹ سے تھی . . . توبہ توبہ ۔

(بہو بیگم حیرت سے بوا کی طرف دیکھتے ہوئے) چپ رہیے بوا ۔ ایسی باتیں منہ سے مت نکالیے ۔ اس طرح کسی شریف خاندان کی بہو بیٹیوں کے بارے میں جھوٹ سچ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی آپ کو ۔ . . . ارے جمن میاں بھی نواب تھے اب ان کا وقت خراب ہو گیا تو

(دادی اماں بڑبڑاتے ہوئے) للن میاں کی جان کو بھی آنے لگے بیچارا کسی کے لینے دینے میں نہیں۔ اللہ کرے موئے ٹم ٹم نے نیچے آجائیں۔ جس طرح للن میاں اور اچھن میاں کی جان کو جھڑتے ہیں۔ اسی طرح سال بھر روزہ چڑھا رہے تھے پر۔ جب روزی روزگار نہیں رہا تو کہاں سے دیں بیچارے . . .

(مہرن دروازے کے قریب جاکر پوچھتی ہے)

مہرن : کون صاحب ہیں۔ (دوسری طرف سے آواز) کیا قبلہ اچھن مرزا صاحب تشریف رکھتے ہیں۔

(مہرن دادی اماں کی طرف دیکھتی ہے)

(دادی اماں کانپتے ہاتھوں سے منع کرتے ہوئے)

دادی اماں : ارے کہہ کیوں نہیں دیتی کوئی نہیں ہے گھر پر۔ میرا منھ کیا دیکھ رہی ہے منھ پر تو جھاڑو پڑی ہے جھاڑو۔ پاندان سوکھ گیا اور حلق کے نیچے تو اب تھوک بھی نہیں اترتا۔ (مہرن گھبرا کر)

مہرن : نواب صاحب گھر پر نہیں ہیں . . . . جناب کی تعریف . . . .

(دوسری طرف سے غصہ بھری آواز سنائی پڑتی ہے)

آواز : توبہ ہے توبہ جناب امیر کی قسم۔ نواب صاحب نہ ہوئے چڑیا کوا ہوگئے صبح ہوئی نہیں اور نکل پڑے رزق کی تلاش میں . . . کب تشریف لائیں گے جناب . . . .

(مہرن گھبراتے ہوئے)

مہرن : پتہ نہیں سرکار۔ وہ کب تشریف لائیں گے

آواز : کہہ دیجئے گا مچھلی والے نواب آئے تھے۔ کل سے آج تک سات

اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ان لوگوں کی عزت بھی نیلام کر دی جائے۔
ارے بوا۔ روٹی کپڑا نہ ملے لیکن نوابوں کی عزت تو نہ اچھالیے . . .
(کریما بوا تیور بدلتے ہوئے) اے بہو بیگم کیڑے پڑیں میرے منھ میں جو میں جمن میاں کی عزت اچھالوں یا جھوٹ سچ لگاؤں۔ میں ہی تو دائی بلا کر لائی تھی جمن میاں کی بیوی نے ہاتھ پاؤں جوڑے تھے میرے۔ ورنہ مجھے کیا پڑی تھی کہ میں گندگی میں کودتی۔ جمن میاں کی بیوی بولیں عزت بچالو بوا۔ زینہ نادان تھی اب ہمیں تو کوئی راستہ نکالنا ہی پڑے گا۔ جمن میاں اور گھر کے مردوں سے تو یہ بات چھپانا ہی تھی۔

بہو بیگم : تو آپ اپنے ہی تک یہ بات رکھتیں۔ مجھ سے کیوں بتائی . . . .
(بہو بیگم تیور بدلتے ہوئے) کسی کے عیب کھولنا گناہ ہے بوا۔

کریما بوا : ارے اب آپ کوئی غیر ہیں بھلا۔ اپنا سمجھ کر بتا دیا تو کون سا گناہ کیا۔
(بہو بیگم اندر جاتے ہوئے) اچھا بوا میں تو امی جان کے لیے ناشتہ پکانے جا رہی ہوں . . . .
(کریما بوا تیور بدلتے ہوئے) اے ہے تو میں کون سا یہاں دفن ہونے آئی تھی۔ میں بھی چلتی ہوں۔ بیگم صاحبہ کو دیکھنے پھر آؤں گی۔ سلام بہو بیگم . . . . .
(کریما بوا چلی جاتی ہیں)
(بہو بیگم ناشتہ تیار کروا کر اپنے کمرے میں جاتی ہیں)

بہو بیگم : اٹھیے . . . اٹھیے نا۔ کب تک سوتے رہیں گے . . . .
(اچھن مرزا کروٹ بدلتے ہوئے) آج کتنے سالوں کے بعد تو مجھے

چین کی نیند آئی ہے اور آپ سونے بھی نہیں دیتیں ۔ ساری رات تو آپ نے جگایا اور ۔ ۔ ۔ ۔ (اٹھ کر بیٹھتے ہوئے) کیا آپ نہا بھی چکیں ۔ ۔ ۔

بہو بیگم : جی ہاں میں نہا بھی چکی اور چائے اور ناشتہ سے بھی فارغ ہو چکی ۔ اچھے آپ کے لیے سوجی کا حلوا بنایا ہے ۔ جلدی سے اٹھ کر منھ ہاتھ دھو لیجئے ۔ پھر ناشتہ کیجئے ۔

(اچھن مرزا اٹھتے ہوئے) کیوں بھئی کیا میں سارا دن ناپاک ہی رہوں گا ۔

(بہو بیگم شرماتے ہوئے) میں نے ایسا کب کہا ۔ ۔ ۔ آپ تو بس ۔ ۔ ۔

(اچھن مرزا باہر جاتے ہوئے) میں ابھی تیار ہو کر آتا ہوں مجھے بہت ضروری کام سے بھی جانا ہے ۔

(دادی اماں کھانستے ہوئے) ارے کوئی ہے ۔ ۔ ۔ غفور ۔ ۔ بھرن ۔ ۔ ۔ ۔ ارے سب کہاں مر گئے ۔ ۔ ۔ (مہرن دوڑتی ہوئی دادی اماں کے کمرے میں جاتی ہے)

مہرن : جی ۔ جی بیگم صاحبہ میں آپ کے لیے چائے اور ناشتہ لینے گئی تھی ۔

دادی اماں : لا مجھے پانی پلا دے ۔ کھانسی پھر شروع ہو گئی ۔ حکیم ریاض کی دوائی اٹھا کر پھینک دے میں اب نہیں کھاؤں گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(مہرن دادی اماں کو سہارا دے کر بیٹھاتے ہوئے) اچھا بیگم صاحبہ میں ابھی پھینک دیتی ہوں ۔ آپ پانی پی لیجئے کھانسی بند ہو جائیگی ۔

(مہرن پانی پلا کر پھر لٹا دیتی ہے)

مہرن : بیگم صاحبہ ۔ میں آپ کے لیے دلیا اور دودھ لے کر آتی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔

(غفور اندر آتے ہوئے) کیسی طبیعت ہے بیگم صاحبہ ۔ ۔ ۔ ۔

دادی اماں : کھانسی تو دم نہیں لینے دیتی۔ غفور اچھن مرزا آگیا یا ابھی اس کا نشہ باقی ہے۔

غفور : بیگم صاحبہ۔ آج تو اچھن میاں رات گھر پر ہی تھے اور ابھی ابھی ناشتہ کر کے کہیں کام سے باہر چلے گئے . . . . .

(دادی اماں غفور کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے)

دادی اماں : یہ تو کیا کہہ رہا ہے غفور۔ کیا رات اچھن بہو بیگم کے کمرے میں سویا تھا۔

(دادی اماں کھانستے کھانستے اٹھ کر بیٹھ جاتی ہیں اور چشمہ لگا کر غفور کی طرف دیکھتی ہیں۔)

غفور : ہاں بیگم صاحبہ۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ اچھن میاں گھر لوٹ آئے ہیں . . . . .

دادی اماں : غفور جا ذرا بہو بیگم کو بلا دے . . . . .

غفور : ابھی جاتا ہوں اور بہو بیگم کو بلا کر لاتا ہوں . . . .

(غفور کمرے سے باہر چلا جاتا ہے)

(مہرن دلیا اور دودھ لے کر آتی ہے) بیگم صاحبہ لیجئے دلیا کھائیے . .

(مہرن دادی اماں کو دلیا کھلاتی ہے)

(للن آتے ہوئے) ارے دادی اماں آپ کیا کھا رہی ہیں۔ مجھے تو مہرن نے دیا نہیں۔

(مہرن مسکراتے ہوئے للن کی طرف دیکھتی ہے)

دادی اماں : کیوں ری مہرن میرے بیٹے کو دلیا کیوں نہیں دیا . . . .

مہرن : بیگم صاحبہ۔ چھوٹے نواب دلیا کھاتے ہی کہاں ہیں۔ ان کے لیے بہو بیگم نے سوجی کا حلوا بنایا تھا۔ وہی سب نے کھایا تھا . . . . .

اب ان کی پسند کی چیز تو دوپہر کے کھانے میں پکی ہے۔

(للن مہرن کی طرف دیکھتے ہوئے) کیا پکایا ہے تم نے۔

مہرن : مچھلی اور بیسن کی روٹی۔ آپ کو تو بہت پسند ہے نا.....

للن : ہاں مجھے مچھلی تو بے حد پسند ہے! اور تم پکاتی بھی بہت اچھی ہو۔ لیکن آج مچھلی کہاں سے آگئی....

مہرن : ابو جان نے خرید کر بھیجی ہے۔ آپ تو جانتے ہیں ابو جان کھانے کے کتنے شوقین ہیں۔ جب بھی انھیں وسیقہ ملتا ہے یا ان کے پاس پیسے ہوتے ہیں وہ مچھلی یا گوشت لانا کبھی نہیں بھولتے۔ (دادی اماں دلیا کھاتے کھاتے مہرن کی طرف گھور کر دیکھتی ہیں)

دادی اماں: ارے کیا کیا بکے جارہی ہے چپ بھی کر۔ اور سن آج میں بھی مچھلی کھاؤں گی۔ کوئی پرہیز وغیرہ کچھ نہیں کروں گی۔ مونگ کی دال کھاتے کھاتے منھ کا مزہ ہی بدل گیا......

للن : ہاں ہاں دادی اماں آج آپ مچھلی ضرور کھائیں گی.... مہرن تم دادی اماں کو مچھلی ضرور کھلانا۔ (للن مسکراتے ہوئے پھر مہرن کو دیکھتا ہے۔)

(دادی اماں دلیا کھاکر لیٹ جاتی ہیں اور تھوڑی دیر بعد انھیں نیند آجاتی ہے....)

مہرن : چلیے آپ کھانا کھا لیجیے۔

للن : چلو امی جان بھی میرا انتظار کر رہی ہوں گی.....

(بہو بیگم اندر آتے ہوئے) ارے للن تم یہاں بیٹھے ہو اور میں نے تم کو غفور چچا سے بلوایا ہے۔

للن : میں دادی اماں کے پاس بیٹھا ان سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر وہ دلیا کھا کر سو گئیں۔
امی جان نے مجھے بلوایا تھا۔ اچھا چلو کھانا کھا لو تمہارے ابو جان بھی آ گئے ہیں۔
(للن دادی اماں کو چادر اڑھا کر سب باہر کھانا کھانے چلے جاتے ہیں)
(دادی اماں کھانستے کھانستے بے دم ہو رہی ہیں) ارے کوئی ہے .... سب کہاں مر گئے۔ غفور دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ کیا بات ہے بیگم صاحبہ۔ پھر کھانسی شروع ہو گئی۔ میں پانی دیتا ہوں ....
(غفور صراحی سے پانی دیتے ہیں) ....

دادی اماں: ارے غفور ذرا پاندان سے چونا تمبا کو ہی چٹا دے مجھے شاید کھانسی دم لے لے۔ پورا حلق سوکھ گیا ہے کھانستے کھانستے ....
(غفور پاندان سے چونا تمبا کو نکال کر دادی اماں کو چٹاتے ہیں۔
بہو بیگم اور للن اندر آتے ہوئے ....)

بہو بیگم : کیا ہوا غفور چچا۔ کیا پھر کھانسی بڑھ گئی ....
(بہو بیگم دادی اماں کو چپٹا کر بیٹھا لیتی ہیں)

بہو بیگم : غفور چچا۔ آپ جلدی جائیے اور للن کے ابو کو بلا کر لے آئیے۔ امی جان کی طبیعت اچھی نہیں لگتی۔ کھانستے کھانستے بے دم ہو گئی ہیں۔
(غفور بلانے چلے جاتے ہیں)
(للن پریشان ہو کر دادی اماں کی چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے)

للن : امی جان کیا دادی اماں .... میں کسی ڈاکٹر کو بلا کر لاتا ہوں ...

بہو بیگم : ہاں بیٹا ۔ مجھے تو امی جان کی حالت ٹھیک نہیں لگتی ۔ (للن دادی اماں کو چھوتے ہوئے) دادی اماں آپ بولتی کیوں نہیں کچھ تو بولیے . . . میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں ۔

(دادی اماں کھانستے ہوئے آہستہ آہستہ بولتی ہیں) نہیں بیٹا ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے ۔ ڈاکٹر کیا کرے گا میرا وقت پورا ہو چکا ہے میری سانس اکھڑ چکی ہیں ۔ . . . ہزاروں کو مرتے جینے دیکھا ہے کیا اتنا بھی نہیں سمجھتی بیٹا . . . . رکتے رکتے بولتی ہیں . . . . للن بیٹا اپنے ابو جان کو بلا دے ۔ مجھے تیری بہت فکر ہے ۔ تجھے ملازمت بھی نہیں ملی . . . . اب یہ پانی محل میں تیرے نام کرنا چاہتی ہوں ۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے بیٹا . . . . تیری ماں کہاں ہے . . . .

(بہو بیگم امی جان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) میں آپ کے پاس ہوں امی جان . . . .

(للن رونے لگتا ہے) امی جان کیا دادی اماں آپ کو دیکھ نہیں سکتی . . . کیا ان کی آنکھیں . . . .

بہو بیگم : ہاں بیٹا ۔ بس اللہ سے دعا کرو . . . . (دادی اماں بہو بیگم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) بہو بیگم ۔ . . مجھے معاف کر دینا میں مجبور ہو گئی تھی اسی لیے تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی . . . . تم تو خوب واقف ہو ہمارے حالات بگڑتے ہی گئے اور میں اپنی بہو کو گھر سے باہر نکالنے پر مجبور ہو گئی . . . . تم نے اس خاندان کی عزت رکھی اور روٹی چلائی ۔ خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے . . . .

(دادی اماں بولتے بولتے تھک جاتیں ہیں۔ اورخاموش ہوجاتیں ہیں . . . . . .

بہو بیگم : ارے امی جان یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں . . . . آپ سوگئی . . . یہ تو میرا فرض تھا۔

(اچھن مرزا غفور میاں کے ساتھ اندر آتے ہوئے)

اچھن مرزا : کیا ہوا امی جان کو . . . . (سب کی طرف دیکھتے ہوئے) کیا پھر کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔

(بہو بیگم للن مہرن اور غفور میاں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آتیں ہیں)

بہو بیگم : ہاں امی جان ہم لوگوں کو چھوڑ کر جارہی ہیں۔ ان کی طبیعت بہت خراب ہے۔

(دادی اماں کھانستے ہوئے آہستہ آہستہ) اچھن آگیا . . . .

اچھن مرزا : امی جان میں آپ کے پاس ہوں . . . . کیسی ہیں آپ . . . میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں . . . .

دادی اماں : نہیں نہیں بیٹا۔ وقت برباد مت کرو۔ تم کچہری سے کاغذ نہیں لائے . . . میں نے تم سے کہا تھا پانی محل میں للن کے نام لکھ دوں . . . . میں کاغذ پر انگوٹھا لگا دیتی۔

اچھن مرزا : امی جان آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور آپ پانی محل کی فکر کررہی ہیں

دادی اماں : کیا تو میرے مرنے کا انتظار کررہا ہے . . . . میرے مرنے کے بعد اس حویلی کو بھی جوئے اور شطرنج میں یا پھر رنڈیوں کے کوٹھوں پر لٹا دے گا

۔ ۔ ۔ ۔ نہیں نہیں میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔

اچھن مرزا : توبہ توبہ امی جان آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں ۔ ۔ ۔ مریں آپ کے دشمن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(بہو بیگم اچھن مرزا کی طرف دیکھتے ہوئے) آپ امی جان سے کیوں نہیں بتا دیتے آخری وقت میں کیا ان سے جھوٹ بولنا اچھا لگتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

(اچھن مرزا ہکلاتے ہوئے) امی جان سے جھوٹ نہیں بول سکتا میں سب کچھ بتا دوں گا بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ (امی جان سے مخاطب ہوتے ہوئے)

دادی اماں : بولو بیٹا کیا بات ہے ۔ یہ تم دونوں کیا باتیں کر رہے ہو ۔ (پھر کھانستے ہوئے) کہیں تم مجھ سے کچھ چھپا تو نہیں رہے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہیں پانی محل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اچھن مرزا : امی جان آپ تو حالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کہ اب ہم نواب نہیں رہے۔ حالات کے ساتھ ساتھ ہم برباد ہوتے چلے گئے۔ حویلی اور جائدادیں دولت خزانے سب ہی ختم ہو چکے تھے۔ ہم کس کس دور سے گزرے ہیں۔ یہاں تک کہ بیگموں کے زیورات بھی بکتے چلے گئے اور جب زیورات بھی ختم ہو گئے تو گھر کے برتنوں کا نمبر آ گیا۔ وہ بھی ایک ایک کر کے سب ہی بک گئے بڑی بڑی دیگیں لگن سینی تلنیے کے سب ہی برتن بک چکے تھے ۔ اب ہمارے پاس ۔ ہی کیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرض بڑھتا ہی گیا ہم کئی اور نوابوں کے اور یہاں تک کہ شہد حضرات کے بھی قرض دار ہو گئے ۔

اپنی آن بان بچانے کے لیے دو چار سال تو قرض کے لین دین پر ہی چلتا رہا۔ اور جب قرض کے سارے راستے بند ہو گئے تو یہی ایک حویلی بچی تھی . . . . (دادی اماں اچھن مرزا کو گھور کر دیکھتے ہوئے) تو کیا یہ حویلی بھی . . . . نہیں نہیں میں اسے نہیں دوں گی۔ اس حویلی کا یہی ایک حصہ تو بچا تھا کیا میں اسے بھی . . . .

(دادی اماں کی کھانسی بڑھنے لگتی ہے۔ اچھن مرزا امی جان کا سر اپنے ہاتھوں پر ٹکا لیتے ہیں۔)

اچھن مرزا : امی جان۔ آپ اپنے کو سنبھالیے . . . سب ٹھیک ہو جائے گا . . .

(اچھن مرزا، بہو بیگم للن غفور چچا اور دلہن سب ہی دادی اماں کے آس پاس کھڑے ہیں . . . . اور سب کی آنکھوں سے آنسو جھلک کر باہر آ گئے ہیں . . . .)

اچھن مرزا : امی جان میں آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا آج میں آپ سے جھوٹ بھی نہیں بولوں گا . . . . امی جان کچھ عرصہ پہلے۔ مچھلی والے نواب نے مجھے بے حد پریشان کر رکھا تھا۔ اور میں ان کے قرض کے بوجھ سے دب چکا تھا۔ اسی لیے اس حویلی کا یہ حصہ بھی مچھلی والے نواب نے اپنے نام لکھوا لیا تھا۔

(بہو بیگم حیرت اور غصہ میں تیور بدلتے ہوئے) ارے یہ سب کب ہوا اتنا زیادہ قرض لے کر کیا کیا آپ نے گھر میں تو ایک پیسہ بھی نہیں آیا . . . . اور یہ حویلی بھی گنوا دی آپ نے . . . .

(اچھن مرزا ندامت اور شرمندگی سے نظریں جھکا لیتے ہیں۔)

اچھن مرزا : بیگم میں شرمندہ ہوں۔

(دادی اماں کی کھانسی بڑھتی جارہی ہے) ارے اچھن تو نے اس حویلی پر بھی ادھار قرض لے کر چمپا بائی کے کوٹھے . . . . کھانستے کھانستے . . . . . سب اسی رنڈی کے کوٹھے پر اڑا دیا تو نے ارے اپنی اوقات کیوں بھول گیا تھا۔ یہ کیوں بھول گیا کہ اب تو نواب زادہ نہیں ہے . . . . . (بہو بیگم امی جان کو تسلی دیتے ہوئے) امی جان آپ غصہ مت کیجئے۔ آپ کی طبیعت اچھی نہیں ہے . . . صبر کیجئے امی جان جب سب کچھ چلا گیا تو اس حویلی کا کیا افسوس کرنا . . . .

(للن اپنے ابو جان کی طرف غصہ میں دیکھتا ہے)

للن : ابو جان یہ آپ نے اچھا نہیں کیا دادی اماں کو دھوکہ دیا آپ نے۔

اچھن مرزا : بیٹا۔ یہ میری بھول تھی۔ شاید خدا بھی ہمیں معاف نہیں کرے گا۔ اور تم لوگ تو کبھی مجھے معاف نہیں کروگے۔ . . .

(دادی اماں سوچتے ہوئے)

امی جان وہ مچھلی والے نواب قرض کے لیے بہت پریشان کر رہے ہیں۔ کل انھوں نے حضرت گنج میں مجھے روک لیا اور لگا الٹی سیدھی سنانے۔ کہنے لگے اگر تم نے میرا روپیہ نہ دیا تو میں پانی محل نیلام کروا لوں گا۔ . . . امی جان اب عزت تو بچانی ہے۔ آپ اس کاغذ پر انگوٹھا لگا دیجئے تو میں اس حویلی پر کچھ روپیہ ادھار لے کر مچھلی والے نواب کو دے دوں . . . . بیٹا میں انگوٹھا تو لگا دیتی ہوں لیکن اب اس حویلی پر زیادہ روپیہ ادھار مت لینا۔ ورنہ یہ حویلی بھی چلی جائے گی۔ . . . کاغذ پر انگوٹھا لگاتی ہیں۔ . . .